ہفتہ وار

خدام الدین
لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵ — فی پرچہ ۲۵ پیسے

سالانہ چندہ ۱۱ روپے — ششماہی:- ۶ روپے

جلد ۹ | ۶ ستمبر ۱۹۶۳ء | ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۱۸

خاکسار تحریک کے بانی عنایت اللہ المشرقی قانونِ عالمگیر کی زد میں

(غازی خدا بخش)

ے بوئے گُل کا باغ سے گلچین کا دنیا سے سفر
ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر

موت کے عالمگیر قانون کے وار سے نہ کوئی علامہ بچا نہ کوئی فہامہ بچا —— باقی رہے گی تو صرف آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی، ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے رب ذوالجلال والاکرام کے اور کوئی باقی نہیں رہے گا۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ سید المرسلین آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے موت کو تحفہ فرمایا۔ لیکن کس کے لئے، محض مومن کے لئے گویا یہ اس کے لئے نعمت ہے۔ اس نے مزرعہ دنیا میں جو بیج بویا اب ہمیشہ کے لئے اس سے بہرہ ور ہوتا رہے گا۔ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا وہ اپنے نفس کو بری خواہش سے روکتا رہا لہٰذا ہاذم اللذات یعنی دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کے آنے پر مومن کا ملجاؤ ماویٰ آخر جنت ہے اسے دنیا میں دل کی لالچ سے محفوظ رکھا گیا لہٰذا آج نہ وہ کسی خسارے میں ہے نہ ٹوٹے میں، بلکہ وہ فلاح و نجات پانے والا ہے۔

جہاں موت کا ذکر آیا وہیں کہہ دیا گیا ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوا اس (اللہ) کی ذات کے۔ باقی ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے جس جہاں کی ہر چیز فانی وہ دنیا ہے اور جس جہاں کی ہر شے دائمی وہ آخرت ہے۔

آخر خاکسار راہنما اس دارِ فانی سے پچھتر برس کی عمر میں کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں اُن سے بعض اُمور میں اختلاف تھا۔ لیکن ہمیں امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی وہ بات نہیں بھولتی جو انہوں نے کتاب حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک" میں قوم کی حربی طاقت کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمائی۔

ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ علامہ عنایت اللہ المشرقی نے نوجوانوں میں ایک فوجی ڈسپلن پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی —— انگریزی راج اس تحریک کو ختم کرنے کی کبھی جرأت و جسارت نہ کرتا اگر اس کے نوجوانوں کو مندرجہ ذیل دفعات جنگ کی ٹریننگ دینے کی پوری اور مکمل مہلت ملتی۔

قرآنی دفعات:-

۱- میدان جنگ میں پیٹھ نہ پھیرو۔
۲- اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع رہو۔
۳- اس اطاعت ہی کو زندگی سمجھو۔
۴- ادائے فرض میں خیانت نہ کرو۔
۵- ہر معاملے میں مفید و مضر کو سمجھنے کے لئے خوفِ خدا اور تقویٰ کو ضروری سمجھو
۶- اس وقت تک دم نہ لو، جب تک کفار کی قوت کو پاش پاش نہ کر دو اور علم شرک کو علم توحید کے سامنے سرنگوں نہ کر لو۔
۷- مالِ غنیمت کو شرعی طور پر تقسیم کرو
۸- میدان جنگ میں کثرت سے یاد الٰہی کرو۔
۹- آپس میں نہ جھگڑو۔
۱۰- جہاں تک ہو سکے فوجی قوت سے تیار رہو
۱۱- اسلامی طور پر ہر وقت مصالحت کیلئے تیار رہو
۱۲- فوجی بھرتی جاری رکھو
۱۳- سیاسی مقاصد میں صرف ان قوموں کا خیال رکھو جو مرکز سے وابستہ ہیں۔

انگریزی راج کو ختم کرنے کے لئے مختلف تحریکیں شروع ہوئیں۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے سیاسی تحریک شروع کی اور سب سے پہلے ملکی زبان فارسی میں قرآن حکیم کا ترجمہ کر ڈالا ان کے بعد ان کی اولاد شاہ عبد القادرؒ اور شاہ عبد العزیزؒ اور شاہ رفیع الدین رح وغیرہ نے اس راز کو جانا کہ قرآن ہی ایسی کتاب ہے۔ جس کے ذریعے عالمگیر انقلاب برپا ہوا۔ چنانچہ اس کا ترجمہ اور تفسیر اُردو میں لکھی۔ ان کے پوتے بالاکوٹ کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی یہ سب سرگرمیاں انگریزی اقتدار کو مٹانے کی مساعی تھیں۔ دیوبندی تحریک کے بانی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ امام الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رح امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ مفسر قرآن حضرت لاہوریؒ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور سینکڑوں مجاہد پیرو برنا انگریز راج کے خلاف سینہ سپر ہوئے —— آخر کار خاکسار تحریک اٹھی اور اس نے بھی انگریز کی جڑیں کھوکھلا کرنے میں حتی الامکان کوشش کی، اور قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، چپ راست سے قدم ملاتے ہوئے فوجی مارچ کیا۔

اگرچہ انہوں نے علمائے ربانی کو مستثنےٰ نہ کیا، تاہم ان کی عسکری تنظیم میں ہمارے اکابر ان کے ممد و معاون رہے۔ لاہور کی اہم مساجد جب خاکساروں کے لئے مورچے بنائی گئیں تو اندرون شیرانوالہ حضرت لاہوریؒ کی جامع مسجد میں بھی خاکسار پناہ گزیں ہوئے۔ موجودہ آلات حرب، مثلاً اشک آور گیس وغیرہ کے استعمال سے انگریز نے گریز نہ کیا اور بے پناہ تشدد سے مساجد کو خالی کرایا۔ آخر لاہور شاہی مسجد کے جنوب میں ایک انگریز کے خون پر تین سو تیرہ خاکساروں پر گولیوں کی بارش برسا کر خاکسار تحریک کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا اور انہیں نشان بیلچہ اور فوجی وردی سے محروم کر دیا گیا۔

خاکسار کی فوجی سرگرمی ختم کر دی لیکن انگریز کا جنازہ نکالنے کا سہرا مسلم لیگ کے سر باندھا گیا، یہ تھی اتحاد و اتفاق کی برکت، اس سے قبل محب وطن اسیران فرنگ اور مخلص مجاہدین نے انگریز کے تابوت میں حتی المقدور کیل لگائیں اور چلے گئے۔ لیکن ہمیں اس امر کے باور کرلے

باقی بر صفحہ ۵

خطبہ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ ۳۰ ر اگست ۱۹۶۳ء

اسلام ہی دین فطرت ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد!

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ق وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ! سو تو ایک طرف کا ہو کر دین پر سیدھا منھ کئے چلا جا ۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے ۔ اللہ کی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ۔ یہی سیدھا دین ہے ۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اُسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو ۔ اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو ، اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یک جہتی سے تھامے رکھو ۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے اور بدأً فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو ۔ عہد الست میں اسی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہٗ ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حنفا" پیدا کیا پھر شیطان نے انہیں اغوا کر کے سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا ۔ بہر حال دین حق ، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اُس کی فطرت پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اُسی کی طرف جھکے ۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے ۔ جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں ۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا جیسے اینٹ ، پتھر یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا ۔ فطرتِ انسانی کی اسی یکسانی کا اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصولِ مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں مگر ان پر ٹھیک ٹھاک قائم نہیں رہتے ۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔

"یعنی اللہ سب کا مالک ، حاکم سب سے نرالا ، کوئی اس کے برابر نہیں ، کسی کا زور اس پر نہیں ، یہ باتیں سب جانتے ہیں ۔ اس پر چلنا چاہیئے ۔ ایسے ہی کسی کے جان و مال کو ستانا ، ناموس میں عیب لگانا ہر کوئی بُرا جانتا ہے ۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا ، غریب پر ترس کھانا ، حق پورا دینا ، دغا نہ کرنا ہر کوئی اچھا جانتا ہے اس (راستہ) پر چلنا ۔ وہ ہی دین سچا ہے (یہ امور فطری تھے مگر) ان کا بند و بست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا"

(یہ بھی یاد رکھو کہ) اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق اور تغیر و تبدل نہیں ہر فرد انسان کی فطرت قبول حق کے لئے مستعد بنائی ہے یا یہ مطلب کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اُس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب نہ کرو ۔ بیج تم میں ڈال دیا ہے اُسے بے توجہی یا بے تمیزی سے ضائع مت ہونے دو ۔ سیدھا دین یہی فطرت کی آواز ہے ۔ پر بہت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں ۔

حاصل

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں پیدائشی طور پر سچے دین کے احکام ڈال دیئے ہیں ۔ ہر شخص جانتا ہے کہ فلاں فلاں کام اچھے ہیں انہیں کرنا چاہیئے اور فلاں فلاں کام برے ہیں ان سے بچنا چاہیئے ۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے ۔ کہ دنیا میں عقاید و افکار کا کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو ۔ لیکن کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں جن کے اچھے ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور کچھ باتیں ایسی ہیں ۔ جن کے بُرے ہونے پر سب متفق ہیں مثلاً اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ سچ بولنا اچھا ہے ، جھوٹ بولنا بُرا ہے ، اس میں سب کا اتفاق ہے کہ دیانتداری اچھی بات ہے ۔ بد دیانتی برائی ہے ، اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ ماں باپ کی خدمت ، ہمسایہ سے سلوک ، مسکینوں کی خبرگیری ، مظلوم کی دادرسی انسان کے اچھے اعمال ہیں اور ظلم و بدسلوکی بُرے اعمال ہیں گویا یہ باتیں وہ ہوئیں جن کی اچھائی سب کے نزدیک جانی بوجھی ہوئی ہے اور دنیا کا کوئی فرد فطرتاً اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ پس جب کوئی مذہب ان چیزوں کی دعوت دے گا ۔ تو وہ دراصل فطرت کی ہی طرف انسان کو بلائے گا ۔ اور جسے فطرت سے اختلاف نہیں وہ مذہب سے کیونکر اختلاف کر سکتا ہے ۔

یہاں ایک بات اور بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح کچھ اچھائیاں اور برائیاں تمام انسانوں کے نزدیک مسلمہ اور مانی ہوئی ہیں اسی طرح ماضی کی تلاش اور مستقبل کی فکر بھی ایک انسان کی فطری بے چینی ہے ۔ اور انسانی فطرت کی گہرائیوں سے یہ سوالات اکثر ابلتے رہتے ہیں کہ

(۱) عالم کا نقطۂ آغاز کیا ہے ؟
(۲) اس کا آخری انجام کیا ہو گا ۔
(۳) تخلیق انسانی کا مقصد و منشار کیا ہے
(۴) اور کیا بقائے دوام کی فطری خواہش حقیقی معنوں میں پوری ہو سکتی ہے وغیرہ

ذالک اور یہی وہ سوالات ہیں ۔ جن کے جواب کا نام مذہب ہے ۔ جو مذہب ان سوالات کے جواب دیتا ہے وہی دین فطرت اور سچا اور اصلی دین ہے ۔ چنانچہ جب کسی مذہب کو پرکھنا ہو تو اسے انسانی فطرت پر پیش کر کے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس مذہب کی تعلیمات کو ماننے کے لئے ہماری فطرت کس حد تک تیار ہے اور آیا یہ اپنے آپ کو دین فطرت کہتا بھی ہے یا نہیں ۔

بقیہ بر صفحہ ۶

نسیم حجاز

حافظ محمد اکرم یاقی۔ گوجرہ

پیام لائی ہے کعبے سے پھر نسیم حجاز — بتوں کو توڑ کے وحدت کا نغمہ خواں ہو جا!
کیا ہے دامن حق تار تار باطل نے — اٹھ اور حق و صداقت کا پاسباں ہو جا
پھر آج کفر ہے مصروف آشیاں بندی — تو صاحب نفس گرم شعلہ ساں ہو جا
تجھے تو اس لئے بھیجا تھا بزم ہستی میں — کہ شمع ساں رہ ظلمت میں ضو فشاں ہو جا
حریم دلبر لندن سے موڑ رخ اپنا — رواں حجاز کو ہمراہ کارواں ہو جا
چمک نجوم کی مانند اوج گردوں پر — اندھیری رات میں رونق دہ جہاں ہو جا
چمن میں فصل بہاری کی آمد آمد ہے — اٹھ اور در پئے تعمیر آشیاں ہو جا

خزاں نہیں کوئی ایسی کہ پھر بہار نہ ہو
کھلے گا تیرا چمن بھی تو سوگوار نہ ہو

وہ کام دہر میں کر جا کہ آنے والوں کو — نشان جادۂ منزل ہو نقش پا تیرا!
نہ دیکھ! دیدۂ حسرت سے قصر والوں کو — ہزار محلوں سے بہتر ہے جھونپڑا تیرا
خدا سے مانگ خلوص عمل کی استعداد — کہ کھو گیا کہیں گوہر یہ بے بہا تیرا
سبب یہ کیا ہے؟ کہ اجڑا ہوا ہے تیرا چمن — ہوا نہ نخل تمنا کبھی ہرا تیرا
مجھے امید ہے محشر میں پیش داور حشر — فرنگ سے لیا جائے گا خوں بہا تیرا
کلی کلی تیرے گلشن کی لوٹ لی اس نے — ہوا نہ دیدۂ غفلت پرست وا تیرا
نہاں نہیں ہے زمانے پہ تیری بربادی — نہیں بیان کا محتاج ماجرا تیرا

تری تباہی عجب خونچکاں فسانہ ہے
گواہ تیری فلاکت پہ اک زمانہ ہے

نگوں جو پرچم وحدت ہوا زمانے میں — تو اقتدار و تغلب تیرا فسانہ ہوا
زمانہ تھا کہ زمانے پہ حکمراں تو تھا — مگر یہ آج عدو کیوں تیرا زمانہ ہوا
بتا! کہ اس میں ہے اغیار کا قصور ہی کیا — زمانے بھر میں جو رسوا تیرا گھرانہ ہوا
سکوں ہے موت، عمل سے ہے زندگی دل کی — عمل سے تجھ کو تعلق ہوا ہوا، نہ ہوا
جہاں میں مشعل وحدت کا نور کیا پھیلے — کہ شمع بزم تھا تو اب چراغ خانہ ہوا
گری وہ برق فرنگی تیرے گلستاں پر — کہ جل کے خاک ترا دل میں آشیانہ ہوا
لگی جو آگ تو کچھ بھی نہ رہ گیا باقی — تباہ خرمن مسلم کا دانہ دانہ ہوا

کسی کو آج بھی کچھ فکر دوش ہے کہ نہیں؟
کوئی بھی گوش نصیحت نیوش ہے کہ نہیں؟

جذبات غم مفت

اس ۱۶ صفحات کے کتابچہ میں حافظ
نور محمد صاحب انور نے حضرت شیخ التفسیر
حضرت امیر شریعت رح اور حضرت ہالیجوی رح
حضرت لکھنوی، حضرت رائے پوری رح
رحہم اللہ۔ اور دیگر بزرگان دین اور ۲
۴ اکابرین دیوبند کی وفات حسرت آیات
پر دلی جذبات کا غم اور ہدیۂ عقیدت
پیش کیا ہے۔ شائقین حضرات صرف سات
نئے پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مندرجہ ذیل پتہ
سے مفت طلب فرمائیں
رشید محمد غزنوی ایجنٹ خدام الدین و دعوت
سنہری مسجد سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

بقیہ اداریہ ص ۳ سے آگے

میں کوئی حجاب نہیں کہ خاکسار تحریک بھی ان آخری کیلوں میں سے ایک کیل تھی جس سے انگریز کے جنازے کو پختہ کیا گیا اور سات سمندر پار جدھر سے آیا تھا ادھر بہا دیا گیا۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین رض کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

یا یوں کہیں:-

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سچ ہے:-

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

میرے نوجوانو! نہرو کے ہوا سے نہ ڈرو زندہ رہنا ہے تو جہد للبقاء کو نہ بھولو۔ خطرے ہی میں زندگی ہے

؎ اگر خواہی حیات اندر خطر زی

بہادرو! صحیح زندگی ہی ہولناک حادثوں میں ہے۔ جو سرور ہم نے چھمبر کے محاذ کبوتر گلے پر ڈوگرے اور نہرو کی مارٹر توپوں کے بموں کی اپنے اردگرد بوچھاڑ میں پایا، وہ راحت آج کی پرسکون زندگی میں نہیں ملتی۔

دوستو! اگر معشوق حقیقی سے ملاقی ہونے کی تمنا ہے تو جان پیش کرو —— حافظ تیری روح فردوس بریں میں ہو جس نے خوب کہا۔

؎ حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی
ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد

قبول اسلام

مورخہ ۱۹ر اگست ایک گاؤں منہاں جہان پر ایک کنبہ جو پہلے کئی سال سے اہل سنت و الجماعت کے مسلک سے انفصال پذیر ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت سے منسلک ہوا تھا۔ جس کے سربراہ چوہدری شاہ ولی اللہ صاحب ہیں، چوہدری شاہ ولی صاحب نے بمعہ اپنے قبیلہ حضرت مولانا امت رسول صاحب فاضل دیوبند و امیر جمعیۃ علماء اسلام کی متعدد کوششوں کے بعد پھر از سر نو مرزا غلام احمد کی غلامی سے برگشتہ ہو کر ذات سراپا رحمت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو قبول کر لیا ہے۔

المعلن:- رشید احمد سیکرٹری
نشر و اشاعت جگہ

★

بقیہ :- فاران کا جواب الجواب

(صفحہ ۱۸ سے آگے)

سید محمد سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کی آرا مکتوب ہیں یہ تمام حضرات علماء اپنے اپنے وقت میں علم و عمل کے جس بلند مقام پر دیکھے گئے ہیں آج ان کی نظیر یقیناً ہمارے سامنے نہیں ہے اور ان حضرات ارباب فہم و بصیرت نے جس قسم کی شاندار کلمات میں حضرت مولانا کی تفسیر کا خیر مقدم کیا ہے آپ پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں

میرے محترم بھائی! آج اگر حضرت مولاناؒ کی تفسیر کو حضرت مولانا تھانویؒ کے محض نام لینے سے آپ مشکوک بنانے کا نامسعود قدم اٹھاتے ہیں تو میں نیاز مند اس کو مضحکہ خیز حرکت سمجھتا ہوں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

جمعیۃ العلماء اسلام بھکر کا اجلاس

۸ر ستمبر ۶۳ء بروز اتوار جمعیۃ العلماء اسلام بھکر کے زیر اہتمام یک روزہ کانفرنس ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ جس میں مجاہد اسلام مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ، محترم ماسٹر تاج الدین صاحب اور مولانا محمد رمضان صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام میانوی خطاب فرمائیں گے — جلسہ کی صدارت حضرت مولانا صاحبزادہ خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ فرمائیں گے —— (المعلن حافظ ممتاز علی بھکر)

بقیہ :- خطبہ جمعہ

چنانچہ قرآن عزیز اس کے جواب میں برملا طور پر اعلان فرماتا ہے کہ اسلام ہی نوعِ انسانی کے لئے خدا کا ٹھہرایا ہوا فطری دین ہے اور فطرت کے قوانین میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی - یہی دین قیم یعنی سیدھا اور درست دین ہے جس میں کسی طرح کی کجی اور خامی نہیں اور یہی وہ دین حنیف ہے جس کی دعوت حضرت ابراہیم نے دی تھی —— اور یہی وہ دین فطرت ہے جسے منظم طور پر سکھلانے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور ہر امت کو اپنے نبی کے پیش کردہ دستور العمل کو ضابطۂ حیات بنانے کا حکم ہوتا رہا رحمتہ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی آپ کے اُسوۂ حسنہ کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ه

(سورۃ احزاب رکوع ۳ ع ۲)

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے - جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے - اور اللہ کو بہت یاد کیا کرتا ہے ——

نتیجہ

یہ نکلا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اسی دین کو پیش فرماتے رہے - جو فطرت انسانی کا اپنا تقاضا تھا - وہی ایک منظم طریقہ سے مکمل ضابطۂ حیات کی صورت میں انبیاء علیہم السلام پر القا ہوتا رہا اور وہ حضرات اسی کی طرف دعوت دیتے رہے اور خود نمونہ بن کر دکھاتے رہے — اور چونکہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خداوند قدوس کے آخری نبی اور سید الانبیاء والمرسلین ہیں اس لئے آپ کا اُسوۂ حسنہ قیامت تک کے لئے نمونہ اور مشعل ہدایت ہے - جو آپ کے طریق پر چلے گا ہدایت پائے گا - اور عین فطرت کی راہ پر چلے گا اور جو آپ کے طریق سے روگردانی کرے گا کبھی راہ ہدایت نہ پا سکے گا اور دین فطرت کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو گا۔

بارگاہ نبویؐ سے تائید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ——

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ (او کما قال علیہ السلام)

ہر بچہ فطرت سلیمہ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے - پھر ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں ——

مقصد یہ ہے کہ ہر بچہ میں پیدائشی طور پر قبولیتِ حق کی استعداد ہوتی ہے مگر پیدا ہونے کے بعد ماں باپ اسے غلط راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور اسے اصلی، کھرے، سچے اور دین فطرت سے ہٹا کر گمراہی کے گڑھے میں جا ڈالتے ہیں

(باقی باقی)

تلاش گمشدہ

مسمی محمد اسلم ولد محمد الدین دکاندار سکنہ چک ۵۷/FR ضلع منٹگمری اس سال ساتویں میں فیل ہو جانے پر کسی شریر کے ساتھ گھر سے بھاگ گیا ہے - مسمی مذکور کی عمر ۱۲ سال رنگ گورا ہے لہٰذا کسی صاحب کو علم ہو تو مندرجہ ذیل پر اطلاع دے کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

محمد الدین چک ۵۷/FR ڈاک خانہ ٦٤
اسٹیشن قادر آباد ضلع منٹگمری

عزیزم محمد ظہور ولد غلام یٰسین ٹیلر ماسٹر ۲٦ر جولائی سے حافظِ قرآن بننے کے بعد دیگر دینی کتابیں پڑھتا ہوا کہیں چلا گیا ہے اس کے والدین کافی پریشان ہیں - اگر وہ کسی مدرسے میں پڑھ رہا ہو یا کہیں ملازم ہو گیا ہو، تو مندرجہ ذیل پتہ پر اس کی اطلاع دی جائے۔

قاری محمد دین ناظم مدرسہ تعلیم الفرقان
مریڑ حسن راولپنڈی

شراب نوشی اور اسلام

(قسط نمبر ۶)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مفتی دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

شراب نوشی کی سزا

یہ حقیقت واضح ہو جانے کے بعد کہ اسلام میں شراب نوشی قطعی طور پر حرام ہے اب یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ اسلام کے تعزیری قوانین میں اس کے لئے کیا سزا تجویز کی گئی ہے۔ اور سزا کے نفاذ و اجرار کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ نیز جو لوگ اسلامی حکومت کی حدود میں شراب کی تجارت کرتے یا شراب کشید کرتے ہیں۔ ان کے لئے کیا سزا تجویز کی جائے گی؟

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے۔ یعنی یہ کہ شراب نوشی کی سزا کیا ہونی چاہیئے۔ تو اس کے متعلق یہ بات اتفاقی طور پر تسلیم کی گئی ہے۔ کہ شراب نوشی پر سزا ضرور ملے گی۔ اور جرم ثابت ہونے کے بعد اصلاً کسی کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ رہا یہ! کہ سزا کی نوعیت کیا ہو گی۔ اور کس مقدار کی سزا دی جائے گی؟۔ تو اس بارے میں عہد نبوت سے لے کر خلافت راشدہ کے آخری دور تک چونکہ تعامل مختلف رہا ہے۔ اس لئے سزا کی مقدار میں بھی علمائے سلفؒ اور ائمہؒ دین مختلف ہوئے ہیں۔ ذیل میں مختصراً اس اختلاف کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔ تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو کر سامنے آئے۔

عہد نبوت

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب نوشی کے لئے کوئی خاص اور معین سزا مقرر نہیں تھی۔ جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا اُسے جوتے، لاتیں، مکے۔ بل دی ہوئی چادروں کے سونٹے اور کھجور کے سنٹے مارے جاتے تھے۔ کبھی اس جرم پر چالیس۴۰ ضربیں لگائی جاتی تھیں۔ الغرض کوئی معین سزا اس کے لئے مقرر نہیں تھی وقت اور حالات کے لحاظ سے جو سزا مناسب معلوم ہوئی۔ دی گئی۔ اس کی تصریح درج ذیل روایات میں ملتی ہے

حدیث نمبر ۱:- عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقت فی الخمر حدًا۔

(ابو داؤدؒ)

"ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی میں کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی"۔

حدیث نمبر ۲:-

عن ابی ہریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد شرب خمرا فقال اضربوہ قال ابو ہریرۃ فمنا الضارب بیدہ و الضارب بنعلہ والضارب بثوبہ الحدیث (ابو داؤدؒ)

"ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ کے پاس ایک شخص لایا گیا۔ جو شراب پی چکا تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اسے مارو، تو ہم نے اُسے ہاتھوں، جوتوں اور بل دی ہوئی چادروں سے مار دیا"

(حدیث نمبر ۳)

عن انسؓ بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد فی الخمر بالجرید والنعال وروی قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ جلد بالجرید والنعال اربعین (ابو داؤدؒ)

"انسؓ بن مالک کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے شراب نوشی میں کھجور کی شاخوں، اور جوتوں کی سزا دی ہے۔ قتادہؒ نے حضورؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے شراب نوشی میں کھجور کی شاخوں، اور جوتوں سے چالیس۴۰ ضربیں لگائی ہیں"۔

خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم

عہد نبوت کے بعد جب خلافت راشدہ کا دور آیا۔ تو اس میں حضرت ابوبکر رضؓ صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شراب نوشی کی سزا میں چالیس۴۰ کوڑے مارے جاتے تھے، اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں بھی ابتداءً چالیس کوڑے مارے جاتے تھے۔ لیکن بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ شراب نوشی سے باز نہیں آتے۔ تو انہوں نے صحابہؓ کرام کے مشورے سے اسی۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر کی۔ اس کے بعد جمہورؒ امت کا عمل درآمد اسی پر رہا۔ امام مالکؒ امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ اور ایک روایت کے بموجب امام شافعیؒ بھی اسی۸۰ کوڑوں کی سزا کو شراب نوشی کی حد قرار دیتے ہیں۔ حسنؒ بصری، امام شعبیؒ اور امام ابو یوسفؒ بھی اسی کے قائل ہیں — خلافت راشدہ رضؓ کے دور میں شراب نوشی کی سزا کی یہی نوعیت درج ذیل روایات حدیثیہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱

عن انسؓ بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد فی الخمر بالجرید والنعال۔ وجلد ابوبکر اربعین۔ فلما ولی عمرؓ دعا الناس فقال لہم ان الناس دنوا من الریف فماذا ترون فی حد الخمر؟ فقال لہ عبد الرحمٰن بن عوف نری ان تجعلہ کاخف الحدود فجلد فیہ ثمانین — (ابو داؤدؒ)

"انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ شراب کی حد میں حضورؐ نے کھجور کی شاخوں اور جوتوں سے ضربیں لگائی، اور ابوبکرؓ نے چالیس۴۰ کوڑے لگائے ہیں، بعد میں جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے۔ تو انہوں نے صحابہؓ کرام سے مشورہ کیا، کہ لوگ باغات اور سرسبز زمینوں کے قریب رہنے لگے (اور ۴۰ کوڑے اب سزا میں کافی نہیں) تو آپ کی رائے میں شراب کی حد کیا ہونی چاہیئے۔ اس پر عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا۔ کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو ہلکی حد کے برابر مقرر کر دیں (یعنی حد قذف کے برابر) تو حضرت عمرؓ نے اسی۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر کر دی"

(ابو داؤد)

چونکہ حضرات شیخینؓ کا طرز عمل، شراب نوشی کی حد اور سزا میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گیا۔ تو بعد میں بھی تعامل مختلف رہا اگرچہ دونوں قسم کے طرز عمل سنت کے دائرے سے خارج نہیں تھے، درج ذیل روایت سے اس کا ثبوت واضح ہے

(حدیث نمبر ۲)

عن حضین بن المنذر قال شہدت عثمان بن عفان واتی بالولید بن عقبۃ

فشهد عليه حمران ورجل آخر فقال عثمان رضؓ لعلی رضؓ اقم عليه الحد - فقال لعبد الله ابن جعفر رضؓ اقم عليه الحد، فاخذ السوط فجلده وعلیؓ يعد، فلما بلغ اربعين قال حسبك - جلد النبی صلی الله عليه وسلم اربعين وجلد ابوبکرؓ اربعين وعمرؓ ثمانين وكل سنة - وهذا احب الی روفی روایة، عن علیؓ جلد رسول الله صلی الله عليه وسلم فی الخمر وابوبکرؓ اربعين وجلدها عمرؓ ثمانين وكل سنة (ابوداؤد)

حصینؒ بن منذر کہتے ہیں - کہ میں حضرت عثمانؓ کی مجلس میں بیٹھا تھا - کہ شراب نوشی کے جرم میں ولید بن عقبہ کو پکڑ کر لایا گیا حمران اور ایک دوسرے شخص نے اس پر شراب نوشی کی گواہی دے دی - حضرت عثمانؓ نے حضرت علی رضؓ کو اور علی رضؓ نے عبداللہ ابن جعفر کو حکم دیا - کہ اس پر حد قائم کرے، عبداللہ ابن جعفر نے دُرّہ لے کر اُسے مارنا شروع کیا، اور حضرت علیؓ شمار کر رہے تھے ـــ

جب چالیس ۴۰ کوڑے پورے ہوگئے تو حضرت علی رضؓ نے کہا بس! یہ کافی ہیں حضورؐ نے ۴۰ کوڑوں کی سزا دی ہے - ابوبکر صدیق رضؓ نے بھی ۴۰ کوڑے مارے ہیں - البتہ حضرت عمرؓ نے اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا دی ہے - مگر مجھے چالیس ۴۰ پسند ہیں - اگرچہ اسی کوڑے بھی ۴۰ کی طرح سنت ہیں - حصین کی ایک روایت میں حضرت علیؓ نے یہ فرمایا ہے - کہ حضورؐ، اور ابوبکرؓ دونوں نے شراب کی سزا ۴۰ کوڑے دی ہے اور عمرؓ نے اُسے مکمل کر کے پورے اسی ۸۰ کوڑے مارے ہیں - اور یہ سب کے سب سنت ہیں ''

ان روایات پر غور کرنے سے یہ حقیقت بآسانی معلوم کی جا سکتی ہے - کہ عہد نبوت میں شراب نوشی کی سزا کیا تھی - اور پھر دورِ خلافت میں اس پر کس طرح عمل درآمد ہوتا رہا؟ - تعامل امت کے اس اختلاف کی وجہ سے بعد کے علماء اور ائمہ دین بھی اس معاملے میں ایک دوسرے سے مختلف ہوئے ہیں - بعض ائمہ دین نے حضرت عمرؓ کے اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا کو شراب کی حد قرار دی ہے - اور بعض دوسرے ائمہ ۴۰ کوڑوں کے قائل ہو گئے ہیں - لیکن جمہور علمائے امت اس بات کے قائل رہے کہ شراب نوشی کی سزا میں اسی ۸۰ کوڑے بطور حد مارے جائیں گے - ذیل میں ان کے یہ مذاہب بالاختصار نقل کئے جاتے ہیں - اس سے ایک طرف یہ حقیقت واضح ہو جائے گی - کہ اسلامی شریعت کے حاملین اور ماہرین علماء نے شراب نوشی کو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی روشنی میں ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے اور دوسری طرف یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جمہورؒ علماء کے نزدیک اس کی سزا اسی ۸۰ کوڑے ہیں ـــ

فقہائے اسلام کے مذاہب

قال ابن عبد البر بجمهور من علماء السلف والخلف ان الحد فی شرب الخمر ثمانون سوطا وهو قول الثوریؒ والاوزاعیؒ واسحقؒ واحمدؒ فی روایة واحد قولی الشافعیؒ ـــ

"حافظ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں، کہ جمہورؒ علمائے سلف و خلف اس بات کے قائل ہیں کہ شراب نوشی میں اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے گی یہ سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحقؒ - اور ایک روایت کے بموجب امام امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے - امام شافعیؒ کا بھی ایک قول بھی ہے - حافظ ابن عبد البرؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ :-

وقال اتفق اجماع الصحابةؓ فی زمن عمرؓ علی الثمانين فی حد الخمر ولا مخالف لهم منهم، وعلی ذلك جماعة من التابعينؒ، والخلاف فی ذلك كالشذوذ المحجوج بالجمهورؒ وقد قال عبد الله ابن مسعودؓ ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وقال النبی صلی الله عليه وسلم عليكم بسنتی وسنة الخلفاءؓ الراشدين

واخرج الطحاویؒ فی شرح معانی الاثار بعد ما اخرج الاثار فی التقدير بثمانين من طريق عبد الرحمن ابن صخر الافريقی عن عبد الله ابن عمرؓ وان النبی عليه السلام قال من شرب خمرًا فاجلدوه ثمانين فان كان هذا الحديث ثابتا ثبت به الثمانون وان لم يكن ثابتا فقد ثبت من اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم ما قدمنا ذكره فی هذا الباب من اجماعهم علی الثمانين ومن استنباطهم من اخف الحدود - وهذا قول ابی حنيفةؒ وابی يوسفؒ ومحمدؒ رحمهم الله - انتهی - حاشیہ موطا امام محمدؒ

مولانا عبد الحی رحمہ اللہ

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اس بات پر صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے - کہ شراب نوشی میں اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور اس میں کسی کا خلاف منقول نہیں ہے - تابعینؒ کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے اور اس کا خلاف بہت شاذ و نادر ہے جو جمہورؒ کے قول کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں ہے - ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو بات مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہو - وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہوگی -" حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ میری سنت پر، اور خلفاءؓ راشدین کی سنت پر مضبوطی سے قائم رہو "

امام طحاویؒ نے اسی ۸۰ کوڑوں کے ثبوت میں بہت سے آثار نقل کرنے کے بعد عبداللہ ابن عمر رضؓ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے -

"جو شخص شراب پی لے - اس کو اسی کوڑے مارو" یہ حدیث اگر حضور سے ثابت ہو تو اس سے اسی کوڑوں کی مقدار بھی ثابت ہوگی - اور اگر یہ حدیث ثابت نہ ہو - تو ہم نے باب کی ابتداء میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضورؐ کے صحابہؓ ..... نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۸۰ کوڑوں کی سزا پر اجماع کیا ہے - اسی طرح انہوں نے اس کو اخف الحدود (حد قذف) پر قیاس بھی کیا ہے - جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شراب نوشی کی سزا میں ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے - یہی امام اعظمؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ تینوں کا مذہب ہے "

وقال العينیؒ فی شرح حديث "جلد ابوبکر اربعين" واحتج به الشافعیؒ واحمدؒ واسحقؒ واهل الظاهر علی ان الحد فی الخمر اربعين وهو قول عثمانؓ والحسن بن علی و عبد الله ابن جعفر - وقال الحسنؒ البصری، والشعبیؒ وابو حنيفة و مالكؒ وابو يوسفؒ ومحمدؒ فی رواية ثمانون سوطا روی ذلك عن علیؓ وخالد بن الوليد ومعاوية بن ابیؓ سفيان انتهی ـــ

حافظ بدر الدین عینیؒ نے اس حدیث کی شرح میں کہ :- "ابو بکرؓ نے شراب کی حد میں ۴۰ کوڑے لگائے ہیں" ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعیؒ امام احمدؒ، امام اسحقؒ - اور اہل ظاہر اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ شراب کی حد ۴۰ کوڑے ہیں "

"فاران" کا جواب الجواب

راس المحققین اسوۃ الصالحین حضرت مولانا سید امین الحق صاحب دشیخوپورہ

فاران اگست ۱۹۶۳ء میں عقیدت کے نام پر عنوان کے ذیل جناب ماہر القادری صاحب نے ایک طویل مقالہ شائع کیا ہے اس میں روزنامہ حالات لاہور کے حوالہ سے حضرت مولانا شیخ التفسیرؒ لاہوری کے بارہ میں ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے مضمون بعنوان حضرت شیخ التفسیرؒ قدس سرہٗ بارگاہ نبوی میں کا اعادہ کیا گیا ہے اس سے پیشتر بھی فاران مئی ۱۹۶۳ء میں ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے مذکورہ بالا عنوان کے مضمون پر ماہر القادری صاحب نے آٹھ صفحات میں دل کھول کر لے دے کی تھی ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے مضمون سے جس قسم کے نتائج کو فاضل ماہر القادری صاحب نے ظاہر کیا تھا وہ نتائج ماہر القادری صاحب کے اندر کے منتقمانہ جذبات کی غمازی کر رہے تھے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر مناظر حسین کا مقالہ اور اس میں مذکورہ امور قابل گرفت نہیں تھے مگر ماہر القادری صاحب نے ضرورت سے زیادہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب سے اس پر گرفت کی ہے۔ اور صرف اس حد پر جاکر نہیں ٹھہرے۔ بلکہ حضرت مولاناؒ اور دوسرے اس قسم کے حضرات کے حلقہ اثر کو غلو عقیدت اور فساد عقیدہ اور غلط روی کے ناپسندیدہ الزامات سے متعارف فرمایا ہے۔ مجھ نیازمند نے جتنا کچھ سمجھا تھا۔ اس کو ارباب احوال کے واقعات اور شواہد کی روشنی میں نیک نیتی کے ساتھ اصلاح کی نیت سے فاران کے اقدامات کے دفاع میں لکھا۔ جناب ماہر القادری صاحب.... پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ دوبارہ پندرہ صفحات میں اس مضمون کو زیر بحث لائے اور فاران کا مؤقر ماہنامہ بھیج کر مجھے مشکور فرمایا ——

مجھے افسوس ہے کہ مخدوم ماہر القادری صاحب کا فکر مجھ نیازمند کے متعلق کچھ بھی ہو وہ صحیح ہے۔ میں تو اہل علم اور ارباب تقویٰ کا ایک ادنیٰ نیازمند خادم ہو سکتا ہوں لیکن جن حضرات کے اسمائے گرامی سے میں نے ان کے کچھ مشاہدات اور واقعات نقل کئے تھے ان کو اسقدر نالائق اعتبار سمجھنا کہ ان کے اقوال واقعات میں کچھ بھی اس قسم کے واقعات کے جواز کے لئے روشنی نہیں ہے اور ان حضرات کے اس قسم کے واقعات اور حالات کی حکایت کو فساد عقیدہ، غلو عقیدت، غلط راہ روی بتلانا بڑی زیادتی سمجھتا ہوں۔ میں نے جن حضرات کے اقوال اور واقعات کو ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے مقالہ کی تائید میں نقل کیا تھا وہ ایسے حضرات ہیں۔ جن کے علم و بصیرت پر فہم و دیانت پر زہد و تقویٰ پر کتاب و سنت کی اتباع اور معرفت پر امت مسلمہ کے ارباب علم کو اتفاق ہے اگر ایسے حضرات کے اقوال و حالات اور ان کی حکایت فساد عقیدہ غلو عقیدت اور غلط روی ہے تو ایسے حضرات سے اہل علم کو غیر متزلزل مخلصانہ عقیدت پر اتفاق کیوں ہے۔ اور ایسے حال میں جناب ماہر القادری صاحب کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ امت کے ارباب احوال کے اس قسم کے نادر واقعات کے خلاف مجاہدانہ قدم اٹھائیں اور مسلمانوں کو ایسے فکر و نظر سے بچائیں جن کی مثال کو ماہر القادری صاحب سنت میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے آثار میں نہیں دیکھتے ہیں ماہر القادری صاحب نے اس مقالہ میں پہلے مقالہ سے زیادہ ضد اور تعصب سے کام لیا ہے مگر کوئی نئی قابل ستائش بات کو تحریر میں نہیں لائے ہیں۔ زبان کی خوبی قلم کی صفائی ضرور ہے مگر معانی وہی پرانے ہیں۔ میں نیازمند ماہر القادری صاحب کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ امت مسلمہ کے اہل اخلاص اور ارباب تقویٰ کے فوق العادۃ واقعات کے عقیدت کیشوں کے لیے لاگ جذبات کو بیدردی کے ساتھ مجروح کرنا قابل تعریف کارنامہ نہیں ہے۔ مخدوم ماہر القادری صاحب نے دوبارہ مقالہ لکھنے کی تکلیف برداشت کی ہے اس لئے حضرات قارئین کو اس پر دوبارہ توجہ دلاتا ہوں۔

حضرت مولاناؒ کے عقیدتمند

حضرت مولاناؒ کے عقیدتمندوں میں شاید کوئی ایسا صاحب ہو جس کی عقیدت میں ارباب احوال کے اس قسم کے حالات سننے اور معلوم کر لینے کے بعد اضافہ ہوتا ہے لیکن حضرت مولاناؒ کے عقیدت مندوں میں بڑی بھاری اکثریت ایسے عقیدت مندوں کی ہے۔ جن کے سامنے حضرت مولاناؒ کا صحیح علم اور مخلصانہ عمل منہاج نبوت پر کتاب اور سنت کی تبلیغ و دعوت کتاب اور سنت کی تعلیم و تدریس اذکار و اشتغال ایثار، حلم، صبر، برداشت، تواضع، زہد و قناعت کی متوکلانہ زندگی ہے۔ حضرت مولاناؒ کی پاکیزہ صحبت اور تربیت نے جن حضرات کے قلوب پر گہرا اثر ڈالا ہے ایسے حضرات کے قلوب اور اذہان میں فساد عقیدہ غلو عقیدت، مبتدعانہ کلمات و کردار کے رواج دینے کے لئے انشاءاللہ قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

جن حضرات کو مکارم اخلاق اعمال جمیلہ اور حمیدہ اوصاف کے پیش نظر حضرت مولاناؒ کے ساتھ عقیدت اور وابستگی ہے ان کی عقیدت کے لئے ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے اس مقالہ کا شائع نہ ہونا نقص اور خطرہ نہیں تھا اور نیز اس مقالہ کا شائع ہونا ایسے حضرات کی عقیدت مندی میں کچھ اضافہ بھی نہیں کرتا۔

روزنامہ حالات لاہور کے جس مضمون پر "فاران" نے تنقید کرتے ہوئے مئی کے مہینہ میں پہلا مقالہ شائع کیا تھا "فاران" کو فنی تنقید کے تقاضا میں اس پہلو پر تنقید کرنی چاہیئے تھی۔ کہ وہ صاحب کون ہیں جس کو حضرت مولاناؒ کے درس قرآن کے وقت رسالت مآب اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہؓ کا مشاہدہ ہوا ہے اور نیز وہ کون صاحب ہیں جس نے اس واقعہ کی تفصیل کو حضرت مولاناؒ سے دریافت کیا تھا۔ اور نیز وہ کون صاحب ہیں جس سے ڈاکٹر مناظر حسین صاحب اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور یہ کہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب اس روایت کے کرنے میں ثقہ ہیں۔ کسی واقعہ اور روایت کی تحقیق کے بارہ میں اس قسم کی تنقیدات تو اہل علم کے مناسب شان ضرور ہوتی ہیں مگر فاران نے اس طرف توجہ نہ کرنے میں فاش غلطی کی اور اصل واقعہ کو صحیح اور ثابت تسلیم کرتے ہوئے اس پر اس طرح تنقید کرنے میں کہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے گویا یہ لکھا ہے کہ حضورؐ محفلوں اور جلسوں میں شرکت فرماتے اور گفتگو کرتے ہیں۔ پہلی غلطی سے بڑھ کر غلطی کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "اس قسم کا عقیدہ رکھنا ہی غلط ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام اس طرح زندہ ہیں کہ وہ محفلوں اور جلسوں میں شرکت فرماتے ہیں۔ اور گفتگو کرتے ہیں۔"

فاران کی اس تنقید کے جواب میں نیازمند نے پہلے مقالہ میں یہ عرض کیا تھا کہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کی روایت اور حضرت مولانا رحؒ کے جواب میں "میں دیکھتا ہوں" اور اس قسم کے مشاہدات سے دوچار ہوتے ہیں" کے الفاظ مذکور ہیں۔ ظاہر ہے کہ رویئت اور مشاہدہ کی حقیقت کچھ اور ہے اور محفلوں مجلسوں میں تشریف لانا اور حاضر ہونا دوسری حقیقت ہے مگر فاران نے اس پر تنقید کرتے ہوئے رویت اور مشاہدہ کی ترجمانی اس طرح کی ہے جو آپ نے پڑھی۔ آپ خود فیصلہ کرلیں کہ رویئت اور مشاہدہ کی اس طرح ترجمانی کہ حضورؐ مجلسوں اور محفلوں میں اس طرح تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں۔ کہاں وہ ادب، زبان اور انصاف ہے فاران نے اس گزارش پر کما حقہٗ توجہ نہیں دی اور ۱۵ر اگست کے مقالہ میں اپنے بیان کئے معانی کو ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے سر پر تھوپتے ہوئے اس کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔" اس عبارت کو پڑھیئے اور غور و خوض کے ساتھ پڑھیئے اس کے سیاق و سباق سے یہی مفہوم ذہن میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ کے ساتھ مولانا احمد علی لاہوری مرحوم کے درس قرآن میں بحالت بیداری اس شخص نے دیکھا ہے اس عبارت کو جو کوئی بھی پڑھے گا اس کے ذہن میں یہی مفہوم آئے گا۔ راقم الحروف نے بھی اس عبارت کا یہی مفہوم سمجھا اور ایسا سمجھ کر نہ کسی پر میں نے زیادتی کی ہے اور نہ کسی پر تہمت جوڑی ہے اور نہ کسی کے قول کو توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔"

مخدوما! میں بھی اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ ڈاکٹر مذکور کی عبارت کا یہی مفہوم ہے جس کو آپ اس مقالہ میں بیان کرتے ہیں۔ مگر آپ کے اس بیان کئے ہوئے مفہوم کے یہ معنے نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جلسوں میں اور محفلوں میں اس طرح تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک محفل سے دوسری محفل کو تشریف لے جاتے ہیں اور حاضر ہوتے ہیں۔ اور آپ نے فاران میں جو پہلا مقالہ لکھا ہے۔ اس میں آپ نے ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کی عبارت کا یہی مفہوم سمجھا اور لکھا ہے۔ اگر آپ نے پہلے مقالہ میں ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کی عبارت کا غلط مفہوم سمجھا اور بیان کیا تھا۔ اور اس مقالہ میں آپ نے اپنی غلطی کی اصلاح کرلی اور صحیح مفہوم سمجھا اور لکھا ہے تو میں آپ کا مشکور ہوں۔

رُویت اور مشاہدہ کا معنی

مشاہدہ اصطلاحی لفظ ہے۔ ارباب علم ارباب تصوف کی اصطلاح میں اس کا معنی صرف اس قدر ہے کہ کسی صاحب حال کو کسی حال اور کسی شکل اور کسی وقت میں اپنے حال اور مقام میں اپنے حال اور مقام کے مناسب عالم غیب کے کسی امر یا امور کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور الحاوی کی جلد ۲ صفحہ ۴۵۱، ۴۵۲ سے شیخ دلاصیؒ اور حافظ سیوطیؒ کے حوالہ سے مشاہدہ کا یہ معنے میں نے نقل کیا تھا۔ صحابہؓ کے مشاہدات کی چند مثالیں اس مراد کی وضاحت کے لئے ذکر کر دی تھیں کہ صحابہؓ کو اپنے مقام میں عالم غیب کے امور کا مشاہدہ ہوا ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ صحابہؓ اپنے مقام پر تھے اور عالم غیب کے وہ مذکورہ امور اپنے حال اور مقام پر قائم تھے اور صحابہؓ کو بحالت بیداری اپنے مقام میں عالم کے ان امور کا مشاہدہ ہوا۔ اسی طرح حضرت مولانا رحؒ کی صحبت میں کسی صاحب حال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا اس طرح مشاہدہ ہوسکتا ہے کہ رسالت مآبؐ کا اپنے حال اور اپنے مقام میں صاحب حال کو اپنے حال اور مقام میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور صحابہؓ کے یہ مذکورہ مشاہدات اس قسم کے مشاہدہ کے صحیح اور ثابت شواہد ہیں۔ اور محترم ماہر القادری میرے اس بیان کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ فاران کے صـ۱۱ پر میرے مذکورہ بیان کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں " ایسا ہوسکتا ہے اس کا امکان ہے" اور اس کے بعد اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا۔ یہ انداز بیان نہ دلیل ہے نہ حجت اور نہ ثبوت ہے دینی عقیدہ کے معاملہ میں ظن تخمین اور قیاس سے کام نہیں چلتا اس کے لئے کوئی واضح دلیل اور مستند واقعہ پیش کرنا چاہیئے کہ فلاں صحابی کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آچکا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا ہے کہ وفات پانے کے بعد لوگ مجھے بیداری میں دیکھا کریں گے اور میری گفتگو سنیں گے۔" مخدوما! کس مصیبت میں پڑ گئے ہو۔ بات بات میں الجھتے ہو اور نکلنے کی توفیق نہیں ہے۔ آپ نے فراخدلی کے ساتھ اس طرح کے مشاہدہ میں حضورؐ کا مشاہدہ میں آنا تسلیم کرلیا ہے اور اس کے امکان کا اعتراف کرلیا ہے اور پھر اس پر انداز بیان کا غلاف چڑھایا اور کہہ دیا انداز بیان نہ دلیل ہے نہ حجت ہے اور نہ ثبوت ہے اور ہم سے واضح اور مستند دلیل کا مطالبہ کرلیا۔

محترما! جب دلیل اور حجت کی بحث آئے گی تو آپ کا مطالبہ پورا کیا جائے گا صحابہؓ کے مشاہدات مذکورہ کو ہم نے حضورؐ کی رویئت اور مشاہدہ ثابت کرنے کے لئے دلیل اور حجت کی حیثیت سے نقل نہیں کیا تھا بلکہ صحابہؓ کے مذکور مشاہدات میں اس طرح کے مشاہدہ کا کہ صاحب حال اپنے مقام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقام میں مشاہدہ کرتا ہے ممکن ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اور اس کو آپ نے تسلیم کرلیا ہے۔ اور اعتراف کرلیا کہ ایسا ہوسکتا ہے کیا کسی امر کے امکان یا ممکن ہونے کے لئے کسی واضح اور مستند دلیل و حجت کی بھی ضرورت ہوتی ہے؟ ہم صحابہؓ کے مذکورہ مشاہدات سے یہ ثابت کرنا نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویئت بیداری کی حالت میں ہوسکتی ہے بلکہ مشاہدہ کا جو معنی علماء کے حوالہ سے لکھا گیا تھا اس معنے کو صحیح ظاہر کرنے کے صحابہؓ کے مشاہدہ کی تین مثالیں ذکر کر دی گئی تھیں اور ان تمام مثالوں سے مشاہدہ کے لفظ سے آپ کا یہ سمجھنا کہ ڈاکٹر مناظر حسین نظر صاحب یہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ مجلسوں میں اور محفلوں میں تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں غلط ظاہر کرنا مقصود تھا۔ چونکہ ماہر القادری صاحب کسی واضح اور مستند دلیل کا اس امر کے ثبوت کے لئے مطالبہ کرتے ہیں... کہ بحالت بیداری حضورؐ کی وفات پانے کے بعد حضورؐ کا مشاہدہ ہوا ہے اور حضورؐ کی گفتگو سنی گئی ہے۔ اس لئے میں اختصار کے ساتھ سنن اور صحابہؓ کے آثار کو یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

سُنّت میں مشاہدہ کے دلائل

پہلی دلیل :۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں مذکور ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ وادی ارزق پر گزرے اور فرمایا "گویا میں حضرت موسےٰؑ کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس ثنیہ سے اُترتے ہیں اور زور سے تلبیہ پڑھتے ہیں" اور اس سے آگے بڑھ کر ثنیہ ہرشیٰ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ گویا میں حضرت یونسؑ کو دیکھتا ہوں۔ کہ وہ سرخ ناقہ پر سوار ہیں صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہیں اور تلبیہ پڑھتے اس وادی سے گزر رہے" اگر یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول

ہو۔ یا تجسّد ارواح کی صورت ہو۔ وادی ارزق میں اور ثنیۃ ہرشیٰ میں حضرت موسیٰ کو اور حضرت یونسؑ کو ان کی وفات کے بعد حضورؐ نے بیداری میں دیکھا ہے اور ان کا تلبیہ پڑھنا سُنا ہے۔ جناب ماہر القادری صاحب حضورؐ کے اس ارشاد کو بیان کا انداز اور پیرایہ کہیں یا حقیقت اور واقعیت قرار دیں یہ مرضی ان کی ہے۔ مگر حضورؐ کے ارشاد میں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں عالم غیب میں اپنے مقام وادی ارزق اور ثنیۃ ہرشیٰ میں دیکھا ہے۔ اور اور حدیث میں کانی انظر الی موسیٰ و کانی انظر الی یونس صرف ایسی تمثیل نہیں ہے۔ کہ واقعیت سے خالی ہے اور حقیقت سے ملتی جلتی نہیں ہے۔ بلکہ اس حدیث میں اور صحابہ رضؓ کے مذکورہ مشاہدات میں کانی انظر کی تمثیل سے اس معنی کو زیادہ مؤکد ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضورؐ کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کا مشاہدہ صرف قلبی مشاہدہ نہیں تھا۔ بلکہ اس روئیت اور مشاہدہ میں حضورؐ کے پر نور آنکھیں داخل اور شامل تھیں۔ اگر رسول اللہؐ نے اپنے مقام وادی ارزق اور ثنیۃ ہرشیٰ میں حضرت موسیٰ اور حضرت یونسؑ کو مذکورہ حالات کے ساتھ بیداری میں دیکھا ہے۔ اور یقیناً دیکھا ہے تو کم از کم اس قسم کے مشاہدات کے جائز ہونے میں کسی کو تامل نہیں کرنا چاہیئے کہ کسی صاحب حال کو اپنے مقام میں رسول اللہ اور دوسرے انبیاء کا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد اور یہ مشاہدہ ثابت اور سنت ہے اور جو امر صحیح سنت سے ثابت ہو جاتا ہے تو اس کے مان لینے میں تامل کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے اور یہ روئیت اور مشاہدہ حضورؐ کی سنت اُسوۂ حسنہ ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بیداری کی حالت میں انبیاءؑ کا ان کی وفات پانے کے بعد دیکھنا اور مشاہدہ ہونا ثابت ہے۔

دوسری دلیل:۔

حضورؐ کی معراج کے واقعہ میں مذکور ہے کہ بیت المقدس میں اور اس سے اوپر آسمانوں میں رسول اللہؐ سے انبیاء ملے ہیں اور رسول اللہؐ نے ان کو دیکھا اور پہچانا ہے اور انبیاء نے حضورؐ کو خوش آمدید کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز کو اور ان کی باتوں کو سُنا اور بیت المقدس میں انبیاءؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ہے۔ معراج کے واقعہ میں انبیاء کی وفات کے بعد بیت المقدس میں اور آسمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیداری کے حال میں دیکھا اور یہ دلیل ہے کہ انبیاءؑ کی وفات کے بعد بیداری کی حالت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ان کی باتیں سنی جاتی ہیں۔ حضرات قارئین جانتے ہیں کہ رسالت مآبؐ کے واقعات تشریعی ہوتے ہیں۔ ان کی حیثیت یہ ہے کہ وہ شرعی ضابطے ہیں آپؐ کے واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہو سکتا جو محال اور ناممکن اور غیر شرعی ہو۔ بیت المقدس میں بیداری کی حالت میں انبیاءؑ کی وفات کے بعد ان کا دیکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اس میں شک نہیں مگر ارباب احوال کو ان کی کرامات میں انبیاءؑ کے معجزات کا اعادہ ہوتا ہے۔ رسولؐ کے واقعات میں خرق عادت امور کا نام معجزہ ہوتا ہے اور ارباب احوال کے واقعات میں اس کا نام کرامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں انبیاء کی وفات کے بعد ان کا دیکھنا اگر ثابت ہے اور یقیناً ثابت ہے تو اس کے معنے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعجاز میں انبیاء کو دیکھا اور ارباب احوال کرامات میں انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ماہر القادری صاحب کو معراج میں مذکورہ واقعات سے انکار نہیں ہے۔ لیکن اگر مگر کے چکر میں پھنسے ہیں لکھتے ہیں "ان واقعات کا تعلق عالم ارواح اور .... عالم برزخ سے ہے اور وہ جو مشہور ہے۔ کہ بیت المقدس میں حضور نے نماز میں انبیاء کرامؑ کی امامت فرمائی تھی اگر یہ روایت مستند اور صحیح ہے تو اس کی یہی توجیہہ کی جائے گی کہ بیت المقدس میں حضورؐ کی نماز میں امامت کا تعلق عالم ارواح سے ہے۔"

مخدوما! بیت المقدس میں اور آسمانوں میں انبیاء کی ملاقات اور بیت المقدس میں انبیاء کی امامت عالم برزخ اور عالم ارواح کی واردات ہوں یا کچھ اور صورت ہو میری گزارش صرف اس قدر ہے کہ وہ تمام واردات اور واقعات بیت المقدس میں ہیں آسمانوں میں ہیں اور حضورؐ کی بیداری میں ہیں بیت المقدس عالم ارواح اور عالم برزخ میں نہیں ہے وہ عالم شہادت اور عالم دنیا میں موجود ہے۔ آپ کا عالم ارواح اور عالم برزخ کو بہانا بنانا صرف حیلہ سازی ہے۔ اور الجھن پیدا کرنے کے سوا اس کا دوسرا فائدہ کچھ نہیں ہے۔ ارباب احوال کے مشاہدات کی حقیقت بھی صرف اتنی ہے۔ کہ وہ عالم شہادت میں ہوتے ہوئے بیداری کے حال میں عالم ارواح اور عالم غیب کے کسی امر یا واقعہ کو دیکھتے ہیں۔ اور بیت المقدس میں حضورؐ کی امامت کی روایت میں شرط اور تعلیق کے دور میں ماہر القادری صاحب بے وجہ پھنستے ہیں یہ روایت مسند امام احمد اور صحیح مسلم دونوں میں مذکور ہے۔ آپ کے سامنے اگر مگر کا اندھیرا کیوں ہے؟ اور اس غلط فہمی کے شکار کیوں ہیں کہ حضورؐ کی نماز میں امامت کا تعلق عالم ارواح سے ہے؟ کیا بیت المقدس عالم ارواح میں ہے؟ اور عالم ارواح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کو نماز پڑھانے تشریف لے گئے تھے؟ کیا آپ یہ تو نہیں سمجھتے کہ بیت المقدس عالم ارواح میں کسی مقام کا نام ہے؟

محترم بھائی! سوچ لو اور خوب سوچ لو، نماز کے تمام افعال جسمانی ہیں ان کے موارد اجسام ہوتے ہیں اور رسول اللہؐ کی تکریم اور اعزاز میں انبیاءؑ اجسام کے ساتھ لائے گئے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں "معراج کی رات میں انبیاءؑ کی ملاقات کی صورت یہ تھی کہ ان کی ارواح اجساد کی صورتوں میں متشکل ہو گئی تھیں یا انبیاء کے اجسام حضورؐ کی تشریف و تکریم میں معراج کی رات حضورؐ سے ملاقات کے لئے لائے گئے تھے۔ اور اس دوسری صورت کی تائید عبدالرحمٰن بن ہاشم عن انسؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

وَبُعِثَ لَهُ آدَمُ وَمَنْ دُونَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت آدم اور دوسرے انبیاء بھیجے گئے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۹۶)

تیسری دلیل

صحیح مسلم کتاب الرؤیا اور صحیح بخاری کتاب العلم میں مذکور ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں دیکھ لے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ارشاد میں صحیح طور پر خبر دیتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا ہے وہ رسول اللہؐ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد بیداری کی حالت میں حضورؐ

کا دیکھنا اور مشاہدہ ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے ـــــ

مخدوم ماہر القادری صاحب اس حدیث کی صحت اور ثبوت کا انکار نہیں کرتے مگر حدیث کا ظاہر آپ کو پسند نہیں آیا - اور حدیث کی ناقابل پذیرائی تاویل کی ہے - لکھتے ہیں "اس حدیث کا تعلق حضورؐ کی زندگی سے ہے - جب حضورؐ اس دنیا آب و گل میں جسد اطہر کے ساتھ زندہ تھے - حضورؐ یہ فرما رہے ہیں کہ میری زندگی میں جو کوئی مجھے خواب میں دیکھ لے گا - وہ مجھے بیداری کی حالت میں یعنی اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لے گا"

محترم بھائی! حدیث کے الفاظ عام ہیں اور حضورؐ کے کلام میں کسی دلیل کے بغیر عموم کو توڑنا اور حضورؐ کی حیات کے ساتھ اس کو مخصوص کرنا زیادتی اور بے جا تصرف ہے - اگر اس تخصیص کی کوئی دلیل کتاب و سنت میں آپکے پاس ہے تو اس کو پیش کیجئے ورنہ اللہ کے رسول کے کلام میں اپنی طرف سے اضافہ نہ کیجئے - میں نے پہلے مقالہ میں بھی مذکورہ حدیث میں خصوص حیات کو غلط سمجھنے کے لئے امام ابن ابی جمرہ رح کا قول نقل کیا تھا - اب اس کا دوبارہ اعادہ کرتا ہوں۔

امام ابن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں - حدیث کے الفاظ عام ہیں - اس میں قیامت کے دن کی تخصیص اور حضورؐ کی حیات کی تخصیص کسی دلیل اور مخصص کے بغیر محض ضد اور ظلم ہے اور فرمایا جو لوگ اس حدیث کے عموم کا انکار کرتے ہیں اور حضورؐ کی حیات تک ارشاد گرامی کو مختص کرتے ہیں - ایسے لوگ ایسی ذات بابرکات کے ارشاد کی تصدیق سے جی چراتے ہیں - جس نے وحی کے بغیر اپنی خواہش سے کوئی ارشاد نہیں فرمایا - ایسے لوگ اللہ قدیر کی قدرت سے ناآشنا ہیں اور بہرے اندھے ہیں" فاران نے اس حدیث میں مذکورہ تاویل کے علاوہ دوسری یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عالم بیداری میں حضورؐ کی رویت ہوا کرتی ہے مگر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درس قرآن میں رؤیت کا جو واقعہ پیش آیا ہے اس سے صرف رؤیت ہی نہیں حضورؐ کا تکلم فرمانا بھی ثابت ہے" سبحان اللہ! فاضل ماہر القادری صاحب کیا خوب صاحب ہیں - کبھی رؤیت اور مشاہدہ کے لئے دلیل کا مطالبہ کرتے اور کبھی اس پہ اتر آتے ہیں کہ سنت میں حضورؐ کی وفات کے بعد بیداری میں حضور کا دیکھنا ثابت ہے - مگر زیر بحث واقع میں صرف حضورؐ کا دیکھنا مذکور نہیں بلکہ حضور کا تکلم فرمانا بھی ذکر کیا گیا ہے اور مذکورہ حدیث میں حضورؐ کے تکلم فرمانے کا ذکر نہیں ہے -

محترم بھائی! اس تیسری دلیل سے پہلے دونوں دلیلوں میں حضورؐ کے مشاہدہ میں انبیاء کا وفات کے بعد تکلم فرمانا اور ان کی گفتگو کو حضورؐ کا سننا مذکور اور ثابت ہے - آپ یہ کیوں نہیں سوچتے اور سمجھتے ہیں کہ انبیاءؑ کا ان کی وفات کے بعد بیداری میں مشاہدہ ہونا اور ان کا تکلم فرمانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت سے ثابت ہوتا ہے - میں تبرعاً صحابہؓ کے آثار میں آپ کو حضرت عثمانؓ کا اثر سنانا چاہتا ہوں - جس میں حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کا دیکھنا اور حضرت عثمانؓ سے حضورؐ کا تکلم فرمانا دونوں مذکور اور ثابت ہیں -

حضرت عثمانؓ کا مشاہدہ

طبرانیؒ ثقہ روایت سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کثیر ابن صلت کو فرمایا - میں نے حضورؐ اور آپ کے ہمراہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا اور حضورؐ نے مجھ سے فرمایا - عثمانؓ! کل آپ ہمارے پاس ہوں گے - شہید کئے جائیں گے۔ (مجمع الزوائد ص ۹۳ ج ۹)

اور عبد اللہ ابن سلام کو حضرت عثمانؓ نے یہ فرمایا میں نے اس خوخہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور فرمایا عثمانؓ! لوگوں نے تجھے محصور کیا ہے؟ تجھے پیاسا کر دیا ہے؟ اور میری طرف پانی کا ڈول بڑھایا اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا اور فرمایا اگر تم چاہو - تو ان لوگوں کے مقابلہ پر میں آپ کی مدد کروں اور اگر چاہو تو ہمارے پاس آؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا پسند کیا - اور اسی دن حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے - (الحاوی ص ۲۴۸ ج ۲)

حضرت عثمانؓ کا یہ اثر کثیر ابن صلت اور عبد اللہ ابن سلامؓ بیان کرتے ہیں اور ثقہ رواۃ سے یہ روایت امام طبرانیؒ کو ثابت ہے - کثیر ابن صلت کے بیان میں یہ مذکور ہے کہ جس دن حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کا مشاہدہ ہوا ہے اس کے دوسرے دن حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے - اور حضرت عثمانؓ نے حضرت کثیر ابن صلت کو یہ فرمایا کثیر میں کل مارا جاؤں گا - اس لئے کہ حضورؐ نے یہ فرمایا کہ تم کل ہمارے پاس ہو گے اور عبد اللہ ابن سلام کے بیان میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عبد اللہ ابن سلام سے یہ فرمایا کہ میں نے اس خوخہ میں حضورؐ کو دیکھا اور اسی دن حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے اس کے معنے یہ ہیں کہ کثیر ابن صلت اور عبد اللہ ابن سلام ایک وقت اور ایک دن میں حضرت عثمان سے نہیں ملے بلکہ ان کے ملنے کے اوقات اور تاریخ الگ الگ تھی - اس لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا دو دفعہ اور دو دن مشاہدہ ہوا ہو - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس وقت جب آپ اپنے گھر میں محصور تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ صحابہؓ کو بیداری میں دیکھا ہے - اس کے معنے یہ ہیں کہ ان حضرات کی وفات کے بعد صحابہؓ کے آثار میں بیداری کے عالم میں رسول اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہؓ کرام کا مشاہدہ ہونا اور تکلم فرمانا مذکور ثابت ہے - فاضل ماہر القادری صاحب کی عصبیت حلقہ کی بے پناہ ضد ہے یا مطالعہ نہیں کرتے ورنہ کیا ہی بے بنیاد دعویٰ کیا ہے کہ سنت اور صحابہؓ کے آثار میں یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد حضورؐ کا مشاہدہ ہوا یا ہو سکتا ہے - ان مذکورہ سنن اور عبد اللہ سلام اور حضرت عثمانؓ کے آثار میں حضورؐ کو دیکھنا اور آپ کا تکلم فرمانا اور آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا مشاہدہ ہونا مذکور اور ثابت ہونے کے بعد بھی ہمارے مخدوم، ماہر القادری صاحب کو حضرت مولانا رح کے درس کے وقت کسی صاحب حال کو حضورؐ کا مشاہدہ اور تکلم فرمانا اور حضورؐ کے ہمراہ صحابہؓ کو دیکھنا فساد عقیدہ غلو عقیدت اور غلط روی معلوم ہوتی ہے تو میرے پاس اس حلقائی ضد اور تعصب کا کچھ علاج نہیں ہے مذکورہ سنن اور آثار اور ان میں تفصیلات کو پڑھ لینے کے بعد

فاضل ماہر القادری صاحب کی ذیل کی عبارت پڑھیئے اور آپ کے گہرے علم اور وسیع مطالعہ اور حق قبول کرنے سے انکار اور ضد کی داد دیجئے ۔

فاران ماہ اگست صفحہ ۱۰ پر محترم بھائی ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں ۔ "امین الحق نے کتاب وسنت اور آثار صحابہؓ سے ایک بھی ایسا واقعہ یا دلیل پیش نہیں کی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وفات پانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی رویت بحالت بیداری کسی کو ہوئی ہو اور نہ صرف رویت بلکہ رویت اور مشاہدہ کرنے والوں نے حضورؐ کی آواز لفظوں کے ساتھ بھی سنی ہو ۔ امین الحق کو بحالت بیداری رویت رسولؐ اور صحابہؓ کی کوئی دلیل ثبوت اور مثال نہ مل سکی اور ملتی کہاں سے جب کہ دین میں اس قسم کے تصورات اور عقائد سرے سے پائے ہی نہیں جاتے۔"

محترم بھائی میں نے پہلے مقالہ میں بھی مذکورہ سنن اور آثار کا ذکر کیا تھا مگر حلقائی طبیعت کے جوش میں یا جواب کی جلدی میں آپ نے میرے پہلے مقالہ کو توجہ سے نہیں پڑھا ہے ۔ ورنہ آپ کو اس ندامت خیز تحریر کو حلقائی ضد اور تعصب کی شان میں فاران کے صفحات پر لانے کا ارادہ نہ ہوتا ۔

ارباب احوال کے مشاہدات

میں نے پہلے مقالہ میں امت مسلمہ کے چند ایسے اولیائے عظام کے نام لکھے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد بیداری میں حضورؐ کو دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے ۔ ان حضرات اولیائے عظام میں حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ ، شیخ عبداللہ دلاصی شیخ ابو العباس مرار ، شیخ ابو العباس مرسیؒ کے اسمائے گرامی تھے اور قاضی شرف الدین بارزیؒ کا یہ قول نقل کیا تھا ۔ کہ آپ نے اپنے زمانہ کے اولیاء اور گزشتہ دور کے اولیاء کے متعلق یہ سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد بیداری میں حضورؐ کو دیکھا ہے اور میں نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ان واقعات کے نقل کرنے سے صرف اس قدر غرض ہے کہ ارباب احوال کے حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد بیداری کی حالت میں اس قسم کے مشاہدات ثابت ہیں ۔ اگر اس قسم کے مشاہدات کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کے بارہ میں مذمت اور طعن کا لہجہ اختیار کیا جاتا ہے اور ان پر بے اطمینانی کا اظہار کیا جاتا ہے تو یہ فضول اور لغو حرکت ہے ۔ جناب ماہر القادری صاحب میرے ساتھ اس بارہ میں قابل تعریف انصاف کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور فاران کے اس پرچہ کے صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے "صوفیائے کرام کے ملفوظات اور مکاشفات کی یہ صورت ہے کہ ان میں اخلاق تقویٰ حکمت تزکیہ کے گوہر بھی پائے جاتے ہیں یہ جہاں پائے جائیں گے ان کی قدر کی جائے گی ۔ ان ملفوظات میں بعضے ایسی باتیں بھی ہیں جن کی نہ تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ تائید بس سکوت"۔ ہمیں مسرت ہے اور ماہر القادری صاحب سے توقع بھی یہی تھی کہ آپ اصولی حیثیت سے میرے ساتھ اس بات میں اتفاق کرتے ہیں کہ اولیاء کے مکاشفات اخلاق تقویٰ حکمت اور تزکیہ کا سرمایہ اور محمود ہوتے ہیں ۔ اور ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے سکوت کرنا چاہیئے

میرے محترم بھائی! حضرت مولاناؒ کے درس کے وقت ایک صاحب حال کو جو تقویٰ اخلاق اور تزکیہ کی راہ سے گزر رہا ہے ۔ رسالت مآبؐ کا بیداری میں مشاہدہ محمود اور قابل قدر ہی ہو سکتا ہے ۔ اور اگر آپ اس کی تصدیق اور تائید سے مجبور تھے اور ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے اس کو اپنے مقالہ میں لکھ دیا تھا تو آپ کو اس پر سکوت کرنا چاہیئے تھا ۔ مگر آپ نے جو طوفان اٹھایا ہے وہ آپ کے دونوں مقالوں سے ظاہر ہوتا ہے ۔ بہر حال آپ نے انصاف کی بات کہی تھی مگر حلقائی رقابت نے ماہر القادری صاحب کو اس انصاف پر قائم رہنے نہیں دیا اور اس لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ "بزرگوں کے کشف وجدان اور کرامت کو دین میں حجت نہیں مانا گیا ہے اور صوفیاء کے رسوم و اشغال کی بھی دین میں کوئی حیثیت نہیں ہے تو جو چیز دین میں حجت اور لائق استناد ہی نہیں ان کو دینی مباحث میں .... پیش کیوں کیا جاتا ہے"

مخدوما! آپ نے سوچا ہے کہ آپ نے کیا لکھا؟ یہ درست ہے کہ بزرگوں کے کشف وجدان وکرامت میں دین کے اصول اور احکام کی تجزیہ نہیں کی جاتی ہے ۔ مگر کیا دین میں بزرگوں کے کشف وجدان اور کرامت پر نکیر بھی آپ کو ثابت ہے؟ اگر کشف ، وجدان وکرامت دین میں اہتمام حجت کے دلائل نہیں لیکن صدق نبوت کے شواہد اور صاحب حال کے لئے دلیل اور حجت ضرور ہیں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ صوفیاء کے رسوم و اشغال کیا ہوتے ہیں؟ صوفیاء کا سب سے بڑا مقصد تزکیہ ہے اور تزکیہ کو نبوت کے وظائف اور مناصب میں قرآن شریف نے داخل کیا ہے ۔ اور دین اسلام ہم سے اس کا مطالبہ کرتا ہے ۔ تزکیہ کے اسباب استغفار ، تسبیح وتحمید تکبیر وتہلیل قرآن شریف کی تلاوت آفاق اور انفس میں فکر یہ صوفیاء کی رسوم اور اشغال ہیں ۔ آپ کے خیال میں استغفار کی تسبیح وتحمید کی تکبیر وتہلیل کی قرآن شریف کی تلاوت اور فکر ومراقبہ کی دین میں کوئی حیثیت نہیں ہے؟ پھر سوچ لو یہ کیا لکھتے ہو! یہ بڑی بات ہے جو آپ کے قلم سے نکلی ہے ۔ حضورؐ نے ابن عباس کو فرمایا اللہ کا خیال رکھا کرو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے ۔ یہ حضرات صوفیاء کا مراقبہ ہے ۔

میرے محترم بھائی! حضرت مولاناؒ کے درس کے وقت ایک صاحب حال کے مشاہدہ کی اگر ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے حکایت کی ہے تو آپ اس کو تحدی کیوں سمجھتے ہیں ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے اس پر ایمان لانے کی اور اس کو عقیدہ بنانے کی آپ کو دعوت نہیں دی ہے اور نہ اس حکایت کو ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے شرعی ضابطہ کی حیثیت لکھا ہے اور نہ اس پر فقہی مسائل متفرع کئے ہیں ۔ یہ آپ کو کیوں وہم ہو رہا ہے اور آپ کے سامنے خطرات کا ہجوم کیوں ہے؟ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کسی اہم مذہبی بحث میں حضرت مولاناؒ کے حلقہ کی نمائندگی نہیں کر رہے تھے ۔ آپ کیوں گلہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے اس حکایت کو دینی مباحث میں پیش کیوں کیا ہے؟ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب حضرت مولاناؒ کا عقیدت مند مرید ہے ۔ اس کی خوش اعتقادی کا یہ تقاضہ تھا کہ ایک صاحب حال کے محمود مشاہدہ کو حضرت مولاناؒ کی نسبت بیان کرتے ۔

فاضل ماہر القادری صاحب اولیائے امت کے مشاہدات کا ظاہر الفاظ میں انکار نہیں کرتے مگر اس صاحب کتاب حافظ سیوطیؒ پر جس کی کتاب الحاوی سے میں نے یہ واقعات نقل کئے تھے بڑے غصے ہوئے ہیں اس لئے مختصراً گزارش ہے کہ صرف حافظ سیوطیؒ کے سامنے اولیائے امت کے یہ مشاہدات نہیں ہیں بلکہ حافظ سیوطیؒ سے پہلے اور حافظ سیوطیؒ کے بعد اہل علم اس قسم کے مشاہدات سے واقف تھے اور انہوں نے اپنے اپنے وقت میں ان پر نیک تبصرہ کیا ہے ۔ چنانچہ ابن الحاج اپنی کتاب "مدخل" میں

باقی ص ۱۶ پر

درسِ قرآن

مرتّبہ: فخرالدین صدیقی

کامیابی کی راہ

جناب افتخار الدین صاحب منصور بی اے آنرز

کامیابی کا تصور بالکل اضافی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر شخص، ہر قوم اور ہر گروہ کے لئے اس کا معیار مختلف ہو سکتا ہے۔ اور ترقی اور کامیابی کا اسی طرح چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس طرح دن اور ضیائے آفتاب کا ہے۔ جیسے محض روشنی اور جگمگاہٹ سے دن نہیں چڑھ آتا اسی طرح محض آگے بڑھنے کا نام کامیابی نہیں۔ ایک شخص جو مشرق کی طرف جانا چاہتا ہے، اس کا ہر وہ قدم جو مشرق کی طرف اٹھے گا۔ وہ اسے ترقی اور کامیابی کی راہ پر لے جائے گا اور ہر وہ قدم جو مغرب کی جانب اٹھے، مجرد آگے بڑھنے کے لحاظ سے وہ ترقی تو ضرور ہے لیکن اسے کوئی ہوشمند کامیابی نہیں کہہ سکے گا۔ مراد یہ کہ محض جدھر کی ہوا ہو ادھر چل پڑنا ترقی نہیں اس کے لئے کسی منزل کا تعین نہایت ضروری ہے جس کے بغیر معاملہ ہر لمحہ "ہنوز روز اول ہی" کا رہے گا۔

جس طرح انفرادی زندگی میں منزل کے تعین کے بغیر کامیابی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح قومی و اجتماعی زندگی بھی کامیاب نہیں سمجھی جاسکتی جب تک ایک راہ کو کسی خاص مقصد کے پیش نظر نہ اختیار کر لیا جائے۔ انفرادی زندگی میں جب ایک شخص بغیر کسی مقصد کو سامنے رکھے، تن من کی ساری قوتوں کے صرف سے جاہ و دولت حاصل کر لیتا ہے تو وہ عیش و عشرت، نخوت فرعونیت کا شکار ہو کر اپنے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں بھی محض جاہ و مال کی طلب بالآخر آرام طلبی اور عیش کوشی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ جس کا فطری نتیجہ موت ہے۔

اسلام انسان کو یونہی کسی پھلوں سے لدے پھندے ہرے بھرے لیکن الجھے ہوئے تاریک جنگل میں بغیر راہ و منزل متعین کئے نہیں چھوڑ دیتا۔ اس نے ایک منزل متعین کی اور ترقی و کامیابی کی راہ پر چلنے کے لئے چند شرائط بھی عائد کیں اور فرمایا۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

بلاشک مومن ہی کامیاب ہیں۔ مومن وہ ہیں۔ جنہوں نے خدا کے سامنے اپنا سر جھکا دیا، جو موت کے بعد ایک نئی زندگی پر ایمان لے آئے، جنہوں نے اپنے جذبات و خواہشات کی تہذیب کی اور انہیں ایک متعین راہ پر چلایا، زندگی کے تمام معاملات میں رسول کریمؐ کی رہنمائی قبول کی، جن کی دوستیاں اور دشمنیاں، جن کی خوشیاں اور ناراضگیاں جن کا مرنا اور جینا صرف ایک خدا کے لئے ہے۔ انہوں نے اپنے چہروں کو ایک ہی قبلہ ایک ہی منزل کی طرف موڑ دیا، زندگی کی ساری کلفتوں اور کاوشوں کا حاصل یہی قبلہ و کعبہ، یہی وہ لوگ ہیں جو بالآخر کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر ان کامیاب ہونے والے لوگوں کی نشانیاں بیان ہوئیں۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○

وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں عاجزی برتتے ہیں۔ یہ نہیں کہ محض عادتاً یا رسماً نماز پڑھ لیتے ہیں۔ انہیں تو خدا کی خدائی اور بندے کی بندگی کا پورا احساس ہے۔

وہ جب نشیب و فراز حیات مستعار سے دامن سمیٹ کر اپنے آقا و مولے کے حضور حاضری دیتا ہے تو عاجزی و انکسار سے اس کا دل بچھتا چلا جاتا ہے۔ کبھی اپنی بھول اور فروگذاشتوں سے ندامت محسوس کرنے لگتا ہے اور کبھی اس کی رحیمی و کریمی چہرے پر چمک پیدا کر دیتی ہے۔ محض یہ نہیں کہ خدا کے حضور یہ عاجز بندہ، دنیا میں لہو و لعب کا شکار ہو جاتا ہو۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○

وہ لوگ ہیں۔ جو فضول اور لغو باتوں سے بچنے والے ہیں۔ وہ اپنے اس قیمتی وقت کو بے مقصد بحثوں، جاہلانہ کھیل کود میں ضائع نہیں کرتے۔ انہیں تو ہر ہر لمحے اور ہر ہر ثانیے کے حساب کا احساس ہے۔ انہیں یہ پتہ ہے کہ یہ کام اور تیاری کا وقت ہے، اگلی زندگی کی کامیابی و ناکامی کا انحصار اسی پر ہے جو ہم یہاں کما لیں گے جس نے یہ موقع کھو دیا اس نے بڑے ہی خسارے کا سودا کیا۔ پھر وہ اتنے خود غرض بھی نہیں ہیں کہ اپنے سے کم مواقع رکھنے والوں کا خیال ان کے دل میں نہ ہو، وہ تو اس راہ میں دوسروں کی امداد کو بھی اپنی فوز و فلاح ہی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ ○

اور وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ جو اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اپنے غریب بھائیوں کا حصہ نکال لیتے ہیں۔ اور یہ کوئی احسان نہیں جو وہ کسی کے سر پر کرتے ہیں۔ وہ اسے اپنا فرض اور دوسروں کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وہ جب تک اپنی کمائیوں سے دوسروں کا حصہ نکال نہیں لیتے، خود اپنے لئے وہ اس مال و دولت کو پاکیزہ نہیں سمجھتے۔ پھر نفسانی خواہشات کے معاملے میں بھی وہ ایک حد پر قائم رہنے والے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ○

وہ لوگ ہیں جو اپنے جنسی جذبات کو روکنے والے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ ان کی بیویاں ہوں یا لونڈیاں، کہ ان کے لئے وہ ملامت نہ کئے جائیں گے۔

ہر چیز کا حصول، کسی دوسری چیز کی قربانی کے بغیر ممکن نہیں۔ کسی اعلیٰ چیز یا مقام کو حاصل کرنے کے لئے بسا اوقات بہت سی کمتر چیزوں کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس قربانی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ ہم جس چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ اُسے صرف کر دیں، اعلےٰ مقصد کے حصول کے لئے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک چیز یا خواہش کو پورا کرنے سے اپنے آپ کو روک دیں۔ حالانکہ ذرا سی کوشش سے ایسا کر لینا ہمارے لئے مشکل نہ ہو۔ زندگی کے تمام چھوٹے بڑے معاملات میں یہ اصول اسی طرح نافذ رہے۔ ایک طرف تو مومن اپنا روپیہ خرچ کرتا ہے جو اس کی ذاتی محنت و مشقت کا نتیجہ ہے دوسری طرف وہ نفسانی خواہشات کے بے روک بہاؤ کو روکتا ہے۔ حالانکہ اس کے لئے... ترغیبات کا ایک پورا میدان موجود ہے، لیکن وہ اپنی حدود کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ اور جو اس سے آگے بڑھتے

ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو حدوں سے تجاوز کرنے والے ہیں ۔

حدوں سے تجاوز کرنا ایسا ہی ہے .. جیسے کوئی کسی نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے ۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ہر نظام کی کچھ نہ کچھ حدیں ضرور ہوتی ہیں چاہے وہ اخلاقی بنیادوں پر مرتب کیا جائے چاہے غیر اخلاقی بنیادوں پر۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ مذاہب نے خصوصاً سخت قسم کی حدود عائد کر کے انسان کی آزادی کو محدود کر دیا ہے ۔ اسی قسم کی عمومی رائے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ضبطِ نفس ایک ایسی انسانی خصوصیت ہے جسے محنت و ریاضت سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ اس کے مقابلے میں جذبات خام مال کی حیثیت سے انسانی جبلت میں سمو دیئے گئے ہیں ، نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو تربیت کی کمی یا ماحول کی کمزوری کی وجہ سے اپنے جذبات پر حکمرانی کر سکنے کے قابل نہیں ان پر فطری طور پر یہ حدود بار گزرتی ہیں ۔ یہ حدود تو گہرے اثرات کی حامل ہیں ، یہ لوگ تو عام مجلسی قوانین کی حدود سے بھی اکثر اوقات تجاوز کر جاتے ہیں ۔ پھر فرمایا ۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ○ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں

ایک اچھا مسلمان معاشرہ کا غیر ذمہ دار فرد نہیں ہوتا ۔ ہمیں رسول کریم کی زندگی میں اس کے عملی نمونے ملتے ہیں ۔ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی کچھ عرصہ تک مخالفین اپنی امانتیں رسول کریم ؐ کے پاس رکھ جایا کرتے تھے ۔ آپ "امین" کے لقب سے مشہور تھے ۔ اور ان کا تین دن تک ایک جگہ منتظر رہنا محض اسی لئے کہ ایک شخص انہیں واپس آنے کے لئے کہہ گیا تھا آپ کی امانت و دیانت اور وفائے عہد کی ایسی مثال ہے کہ نظریں رعبِ عظمت سے اندر کی طرف پلٹ کر اپنی بے بضاعتی کے منظر سے لرز لرز جاتی ہیں ۔

امانت اور ایفائے عہد کا تعلق محض چند مادی اشیاء نہیں ، یہ تو انسان کی پوری معاملاتی زندگی پر محیط ہیں ۔ خاندانی زندگی ہو یا معاشرتی ماحول ، ذرا ان دو اجزا کو منفی کر کے دیکھئے ، سارا تمدنی ڈھانچہ پیوندِ خاک ہو کر رہ جائے گا ۔ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کی زبان پر اعتبار نہیں کر سکتا نہ اپنی امانت کو وہ کسی دوسرے کے پاس محفوظ سمجھ سکتا ہے ۔ تو ظاہر ہے کہ خوف و بداعتمادی کی یہ فضا انسانی زندگی کو حیوانی سطح پر لے آئے گی جہاں ہر کوئی اپنی بقا اور دوسرے کی بیخ کنی کے لئے لڑ رہا ہو گا ۔ صرف انسانی تمدن کی بقا کے لئے یہ امر ضروری ہے ۔ کہ امانت اور ایفائے عہد ایسی خصوصیات انسانی نفس کی گہرائیوں تک پہنچ جائیں ۔

جس طرح بنجر زمین پر بیج بکھیر دینا فصل حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں ، اس کے لئے از ابتدا تا انتہا ، جانکاہ محنت و محافظت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اسی طرح ایسے اخلاقِ حسنہ کا انسانی نفس میں جڑیں پکڑنا مسلسل محنت و محافظت کا متقاضی ہے ۔ اسی لئے امانت و ایفائے عہد کے بیان کے ساتھ ہی عبادت و ریاضت کا ذکر بھی کر دیا ۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○

وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔

جو کسی تلون کا شکار ہوئے بغیر نہایت استقامت سے اپنی بندگی کا حق ادا کرتے رہتے ہیں ۔ جن کی آرزوئیں انکساری اور عاجزی کے ساتھ خدا کے حضور پیش ہوتی ہیں کہ خود خدا کو رد کرتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی ہے ۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

یہی لوگ ہیں جو جنت کے وارث ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔

بقیہ :- شراب نوشی اور اسلام

حضرت عثمانؓ ، حسن بن علیؓ اور عبداللہ ابن جعفر بھی اسی کے قائل ہیں ۔ اور حسن بصریؒ ، امام شعبیؒ امام ابو حنیفہ رح ، امام مالکؒ ، امام ابو یوسفؒ اور ایک روایت کے بموجب امام محمد رح ، سب اس بات کے قائل ہیں ۔ کہ شراب کی حد اسی کوڑے ہیں ۔" حضرت علیؓ خالد بن الولیدؓ ۔ اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے بھی اسی کی روایت کی گئی ہے ۔

گزشتہ مباحث کا خلاصہ

شراب نوشی سے متعلق جتنے مباحث پہلے گزر چکے ۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ :- ۱۔ شراب اسلامی شریعت میں قطعی طور پر حرام ہے ۔ ۲۔ اسلامی قانون کی نظر میں شراب نوشی قابل فوجداری جرم ہے ۔

۳۔ مسلمانوں کی دنیا اور دین دونوں کے لئے شراب نوشی ایک تباہ کن چیز ہے

۴۔ اسلامی معاشرے میں یہ حرکت اصلاً قابل برداشت نہیں ہے ۔

۵۔ اس کا ایک قطرہ بھی اگر حلق کے نیچے اتر جائے تو اسی کوڑوں کی سزا لگ جائے گی

۶۔ اس سے نہ صرف یہ کہ شراب پینے والوں کے اخلاق خراب ہوتے ہیں ، اور شرافت ختم ہو جاتی ہے ۔ بلکہ پورے معاشرے کے لئے بھی زہر قاتل سے یہ کسی طرح کم نہیں ہے ۔ . . . اس سے لوگوں کی جانیں اور عزتیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں ۔ بہو بیٹیوں کی عصمتیں برباد ہو جاتی ہے

(۸) تمدنی اور معاشرتی ، دونوں قسم کی زندگی اس سے زہر آلود بن جاتی ہے ۔ اور بعید نہیں کہ یہ حرکت خود شراب پینے والوں کے لئے کسی وقت تباہی کا موجب بن جائے ۔

اس بنا پر جو لوگ شراب کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں ۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود کو تباہ کرتے ہیں اپنے ساتھ پورے معاشرے کو بھی لے ڈوبتے ہیں ۔

بقیہ :- بچوں کا صفحہ ۱۹ سے آگے

بقیہ :- بچوں کا صفحہ ۱۹ سے آگے

دل میں پھر وہی خیال پیدا ہوا ۔ لیکن اطاعت رسول ؐ کو مقدم خیال کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے سب کو پلانا شروع کر دیا ۔ شدت تشنگی کے باعث میں ایک کو دودھ پلا کر یہ دیکھتا کہ شاید اب حضور ؐ مجھے دودھ پینے کا حکم دیں ۔ لیکن ایسا نہ ہوا ۔ حتیٰ کہ میں نے جملہ اصحاب کو پلا دیا ۔ مگر ان سب کے سیر ہو جانے کے بعد بھی دودھ ایک قطرہ کم نہ ہوا ۔ اس کے بعد وہ پیالہ میں نے حضور ؐ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ حضور ؐ نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا ۔ اب پہلے تم پیو ۔ میں نے دودھ پینا شروع کر دیا ۔ اور خوب سیر ہو کر پیا ، یہاں تک کہ پیٹ میں مزید گنجائش نہ رہی لیکن دودھ اب بھی پیالہ میں موجود تھا ۔ اس کے بعد میں نے پیالہ حضور ؐ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ اور انہوں نے خدائے قادر کریم کی حمد و ثنا کرتے ہوئے بقیہ دودھ نوش فرما لیا ۔

بقیہ: ۔ فاران کا جواب الجواب

لکھتے ہیں ۔ جو اکابر اس رتبہ اور مقام کے ہیں جن کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت فرمائی ہے ۔ ہم ان کے ایسے احوال سے منکر نہیں ہیں اور بعض علمار ظاہر نے ایک اشکال کی بنیاد پر اگرچہ ان کا اظہار کیا ہے مگر ابن ابی جمرہ رح نے ان کے اشکال کو حل کر دیا ہے اور سید الوسی رح اس بحث میں لکھتے ہیں کہ بیداری کی حالت میں حضور ﷺ کے دیکھنے اور مشاہدہ کے واقعات سادات صوفیہ سے بکثرت منقول ہیں ۔ سادات صوفیہ کی بڑی شان ہے ۔ سادات صوفیہ کی جلالت شان اور ان واقعات اور مشاہدات کے ناقلین کی کثرت کے پیش نظر ان واقعات و حکایات کو بے اصل کہنے کی جرأت نہ ہونی چاہیئے " ابن ابی جمرہ اور امیر ابن الحاج رح اور سید الوسی رح اگر اپنے تبصرات میں سادات صوفیہ کے اس قسم کے مشاہدات کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں تو ان حضرات ائمہ علم کے مقابلہ پر ماہر القادری اور آپ کے حلقہ کی بودی اور ادھوری تنقید کی قیمت کیا ہونی چاہیئے!

ارباب احوال کے مشاہدات کے انکار کا خلاصہ!

میں نے اپنے پہلے مقالہ میں یہ لکھ دیا تھا کہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں ۔ کہ اولیاء کی کرامات انبیاء ع کی نبوت کے دلائل اور انبیاء ع کے صدق کے شواہد ہیں ۔ اور یافعی رح نے لکھا ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء ع کے معجزات کی شان کی طرح اولیاء کی کرامات کی شان ہے اور امام غزالی رح فرماتے ہیں ۔ " اولیاء کی کرامات مشکوٰۃ نبوت کی روشنی ہے " اور ابن عربی رح نے کہا ہے " اولیاء کی کرامات طہارت نفس تزکیہ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات ہیں اور حافظ سیوطی رح نے لکھا ہے کہ ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اولیاء کی کرامات میں ایک کرامت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے ہیں اور حضور ع سے ملتے ہیں اور اپنی استعداد کے مطابق رسالت مآب ﷺ سے معارف اور مواہب لیتے اور سیکھتے ہیں ۔ امام غزالی رح امام بارزی رح امام ابن سبکی رح امام یافعی رح امام قرطبی رح امام ابن جمرہ رح اور امام ابن الحاج رح اس کے حامل اور مؤید ہیں " اور میں نے یہ لکھ دیا تھا کہ جو شخص حضرت مولانا قدس سرہٗ کے درس کے وقت ایک صاحب حال کی کرامت میں حضور ﷺ کی رویت اور مشاہدہ میں کیڑے نکالتا ہے تو وہ صرف اولیاء کی کرامات میں کیڑے نہیں نکالتا بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور صدق کے شواہد میں معجزات نبوت کی شان میں مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں طہارت نفس اور تزکیہ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات میں کیڑے نکالتا ہے ۔

جناب ماہر القادری صاحب میری اس گزارش پر لکھتے ہیں ۔ انبیاء کرام ع کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کے ہم منکر نہیں مگر انبیاء کے معجزات کی طرح اولیاء کی کرامات کی بھی صحت ضروری ہے "

میرے محترم بھائی! کسی پہلو پر آپ کو اطمینان نہیں ہے ۔ یہ کیا بے تکی بات کہی! آپ کے مضمون کا موضوع کیا تھا اور معجزات اور کرامات کی ضرورت صحت کی بحث پر اتر آئے ۔ کیا آپ نے ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کی اس روایت کی صحت کا مطالبہ ان سے کیا تھا ؟ یا آپ کو ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ اقوال اور روایات کی صحت کی طرح معجزات اور کرامات کی صحت ضروری نہیں ہے ؟ اگر آپ اب بھی ڈاکٹر مناظر حسین صاحب سے اس کی روایت کی صحت کا مطالبہ کریں گے ۔ تو ڈاکٹر صاحب آپ کو متصل مرفوع روایت سے اس حکایت کا ثبوت بہم پہنچا دیں گے ۔ اس کے بعد اس گزارش پر جناب ماہر القادری صاحب ناراض ہوکر یہ لکھتے ہیں " سنا آپ نے اس منطق کا بھی بھلا کوئی جواب ہے کہ مولانا احمد علی رح لاہوری کے درس قرآن میں جس شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رض کی جمعیت کے ساتھ دیکھا تھا اور حضور ع کی زبان سے تین بار صدق تق سنا تھا اس کی تصدیق نہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور اور صدق کے شواہد میں کیڑے نکالے جا رہے ہیں ۔ خدا کے نیک بندو غور تو کرو اپنے بزرگوں کی عقیدت میں مبتلا ہوکر تم کس سطح پر پہنچ گئے ہو ۔ تمہاری زبان اور قلم سے کیسی کیسی خطرناک باتیں نکل رہی ہیں ایک مجہول شخص کے کشف اور مشاہدہ کو نبوت کے صدق کے لئے دلیل سمجھنا کتنی غلط بات ہے "

مخدوما! جو کچھ اس نیاز مند نے عرض کیا تھا ۔ وہ امت مسلمہ کے ائمہ اعلام کا علم اور عقیدہ ہے آپ اس کو منطق کہیں یا فلسفہ کہیں ۔ مگر معتزلہ کے سوا اولیاء کی کرامات کا انکار اور کسی نے نہیں کیا ہے ۔

میرے محترم بھائی! یہ بحث حضرت مولانا رح کے ساتھ عقیدت کی نہیں ہے اور نیز یہ بحث کسی مجہول شخص کے کشف اور مشاہدہ کو نبوت کے صدق کے لئے دلیل سمجھانے کی نہیں اور نہ کسی شخص کی کرامت اور کشف کو زیر بحث لانا چاہیئے ۔ بات تو یہ ہے کہ آپ نے اس قسم کے کشف اور مشاہدہ کا انکار کیا تھا ۔ اور اس نیاز مند نے صرف اس قدر عرض کرنا چاہا ہے کہ اس قسم کے مشاہدات ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں یہ اولیاء کی کرامات ہیں اور اولیاء کی کرامات میں اس قسم کے واقعات اور مشاہدات کا انکار کرنا نبوت کے صدق اور شواہد کا انکار کرنا ہے ۔ اور آپ نے اس کو یہ سمجھا ہے کہ اس تمام بحث میں بقول آپ کے ایک مجہول شخص کے کشف اور کرامت کو نبوت کے صدق کی دلیل اور شاہد ثابت کرنا مقصود ہے ۔ آپ کی یہ غلط فہمی خدا کرے دور ہو جائے ۔ بات یہ ہے کہ کسی صاحب حال کو اگر ایسا کشف اور اس قسم کا مشاہدہ ہوا ہے تو اس قسم کے کشف اور مشاہدہ کا انکار کرنا ثواب ہے یا غلط ہے آپ نے اس قسم کے انکار کو ثواب کہا تھا اور میں اس کو غلط بتاتا ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھنا

ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کے مقالہ میں حضرت مولانا رح کے بارہ میں ایک صاحب کا یہ خواب مذکور ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا رح حضور ع کے سامنے ... دو زانو بیٹھے ہیں اور حضرت مولانا رح کے زانو حضور ع کے زانو مبارک سے ملے ہوئے ابو ظفر حسین صاحب نے ملتان سے فاضل ماہر القادری صاحب سے ذیل کی استدعا کی ہے " آپ اس بارہ میں صحیح رائے تحریر فرما دیں کہ کیا حضور اکرم ﷺ اپنے بلند اور ارفع ترین مقام سے اس دنیا میں تشریف لائے ہیں ؟ کیا قرآن اور حدیث اس بارہ میں تائید کرتے ہیں ؟ اور عام و خواص مسلمانوں کو اس بارہ میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے ؟

ابو ظفر حسین صاحب کوئی حلقائی آدمی ہے ورنہ عبد القادر صاحب کا یہ مذکورہ خواب اور یہ ابو ظفر حسین صاحب کا یہ استفسار

کہ کیا حضورؐ اپنے بلند اور ارفع ترین مقام سے اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں یہ بڑا عجیب سوال ہے۔ ابوظفر حسین صاحب ملتانی کی اس معروض پر فاران مئی ۶۳ء پر فاضل ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں "ان لوگوں کے غلو عقیدت کو کیا کہیے جو اپنے پیر کی بزرگی کرامت ولایت تقدس ثابت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ کے وقار تک کی پرواہ نہیں کرتے۔"

فاضل ماہر القادری صاحب کا جواب استفسار سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ عبدالقادر نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدام الدین کے دفتر کے اوپر والے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زانو سے حضرت مولاناؒ زانو ملا کر بیٹھے ہیں۔ تو ابوظفر حسین صاحب کو اس استفسار کی ضرورت پڑی کہ حضورؐ اپنے بلند اور ارفع ترین مقام سے کیا اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں! اور فاضل ماہر القادری صاحب نے کیا اچھا جواب دیا کہ جو ایسا خواب دیکھتے ہیں وہ عقیدت میں غلو کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے وقار تک کی پرواہ نہیں کرتے!

حضرات قارئین خود سوچ لیں کہ استفسار اور اس کا جواب دونوں کیسے معقول ہیں! اور کس معقولیت سے خواب کا جواب دیا جا رہا ہے! میں نے پہلے مقالہ میں یہ عرض کیا تھا کہ خواب خواب ہوتے ہیں ان کے صحیح محامل اور مراد ہوتی ہے۔ اور اس سے زیادہ عجیب واقعات اہل علم کو خواب میں دکھائی دیئے ہیں اور اس غرض کے لئے چند مثالیں ذکر کی تھیں کہ حضرات ائمہ حدیث کی خوابوں میں ڈاکٹر مناظر حسین کے مقالہ میں مذکورہ خوابوں کے مقابلہ پر زیادہ عجائبات مذکور ہیں۔ لیکن آج تک تمام امت میں کسی ایک صاحب علم نے ان خوابوں میں مذکورہ عجائبات کو پڑھ کر یہ نہیں کہا کہ ائمہ علم و حدیث ان خوابوں کے دیکھنے میں امام بخاریؒ اور خطیب کی غلو عقیدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے وقار کی پرواہ نہیں کرتے۔ ابن آدمؒ کے اس خواب سے کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ محمد ابن اسماعیل بخاریؒ کے آنے کی انتظار میں کھڑے ہیں اور مکی الرملی کی اس خواب سے کہ خطیب کی تاریخ سننے کے لئے بغداد میں حضورؐ تشریف لائے ہیں ابوظفر حسین صاحب کی طرح کسی صاحب نے یہ نہیں سمجھا ہے کہ حضورؐ اپنے بلند اور ارفع ترین مقام سے اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور میں نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ صحابہؓ کی موجودگی میں حضورؐ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور یہ صاحب جو حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھے ہیں کوئی بھی تھا مگر صحابہؓ اس کو نہیں جانتے تھے کہ وہ صاحب کون ہیں اگر حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھنا بیداری میں بھی صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور وقار کے خلاف نہیں جانا تھا تو اگر کسی صاحب نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ حضرت مولاناؒ حضورؐ کے سامنے زانو سے زانو ملا کر بیٹھے ہیں تو جناب ماہر القادری صاحب خواب کے اس حال کو حضورؐ اور صحابہؓ کے وقار کے خلاف کیوں سمجھتے ہیں! فاران اگست ۶۳ء ص۲۵ پر فاضل ماہر القادری صاحب میری اس گزارش پر یہ لکھتے ہیں "ہم نے اپنے مضمون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں رویت سے انکار نہیں کیا اور فرماتے ہیں بے شک حضورؐ کی زندگی میں صحابہ کرامؓ حضورؐ کے قریب بیٹھتے تھے یقیناً بیٹھتے تھے اس سے کسے انکار ہے"۔

مخدوما! میری غرض بھی یہی تھی کہ حضورؐ کے قریب بیٹھنا حضورؐ کی زندگی میں بھی حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف نہیں سمجھا گیا تھا۔ تو حضرت مولاناؒ کو اگر عبدالقادر بیچارے نے خواب میں اس حالت میں دیکھا ہے تو آپ اس کو حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف کیوں سمجھتے ہیں؟ اور اس غرض کی مزید وضاحت کے لئے یہ لکھ دیا تھا کہ ایک صاحب حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھتے ہیں اور صحابہؓ اس کے اس بیٹھنے کو حضور کے ادب اور وقار کے خلاف نہیں سمجھتے۔

میرے محترم بھائی ماہر القادری صاحب معلوم نہیں اس مقالہ کے لکھنے کے وقت کہاں کہاں روحانی سیر بھی کر رہے تھے جس سے میری معروضات پر آپ کو پوری توجہ نہیں تھی، اور مفت میں ناراض ہو گئے اور یہ لکھا "ابن الحق نے یہ نہیں لکھا کہ وہ صاحب کون تھے جو حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے تھے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ جبریلؑ تھے لیکن صاحب موصوف نے ان کا نام اس لئے بیان نہیں کیا کہ حالت خواب میں رسول اللہؐ کے زانو سے مولانا احمد علی لاہوری کے زانو ملانے پر مؤکد دلیل مل جائے کہ ایسے غیر معروف لوگ جن کو صحابہؓ جانتے تک نہ تھے رسول اللہ کے زانو سے زانو ملا کر بے تکلفی سے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ کہاں جبرئیل کہ جن کی شان قرآن شریف میں اس طرح بیان کی گئی ہے — علمہ شدید القویٰ حضرت جبرئیل اور صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں احمد علیؒ لاہوری کی کیا نسبت ہے ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

— جو اس قسم کی مثالیں لائی گئی ہیں"

میرے محترم بھائی! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو ڈاکٹر مناظر حسین صاحب پر غصہ نہیں ہے۔ آپ کا تمام گلہ اور پوری شکایت تو حضرت مولانا کی شان اور شخصیت پر ہے یہ تو اللہ کا احسان ہے جس پر وہ لطف و عنایت فرمائے۔ اگر آپ بھی حضرت مولاناؒ کی راہ پر لگ جائیں اور اس فقر اور مسکنت اور تواضع کو پسند کر لیں تو آپ کو اللہ کے فضل سے پوری توقع رکھنی چاہیئے کہ اس مقام پر آپ بھی آ سکتے ہیں جس مقام پر آپ حضرت مولاناؒ کو دیکھنا اور سننا پسند نہیں کرتے۔

میرے محترم بھائی! میں سمجھتا ہوں کہ مولانا مودودی صاحب کے وابستگی حلقہ کا تقاضہ ہے کہ آپ بات بات میں حضرت مولاناؒ کی ذات بابرکات کو زیر بحث لاتے ہیں —

مخدوما! بحث یہ نہیں ہے کہ وہ صاحب کون تھے جو حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے تھے وہ صاحب یقیناً حضرت جبریلؑ تھے لیکن صحابہؓ نہیں جانتے تھے کہ وہ جبریلؑ ہیں۔ حضرت جبریلؑ کے تشریف لے جانے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بتایا کہ یہ جبریلؑ تھے۔ میری گزارش تو صرف اس قدر ہے کہ کہ بیداری کی حالت میں بھی حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر حضورؐ کے سامنے بیٹھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ادب اور وقار کے منافی نہیں تھا ورنہ اس مجلس میں اس بیٹھنے والے کے اس طرح بیٹھنے کو صحابہؓ ہرگز برداشت نہ کرتے اور اس کو یقیناً ٹوکتے اس میں شک نہیں کہ حضرت جبریلؑ کی بڑی شان ہے مگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا کیا کہنا ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت جبریلؑ اپنے شان میں بڑے ہیں مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کی حدود سے باہر اور مستثنیٰ نہیں ہیں۔

میرے محترم بھائی! اس نیاز مند کے دل میں بھی حضرت جبریلؑ اور صحابہؓ کرام کے مقابلہ پر حضرت مولاناؒ کے لانے کا وہم اور خیال کا گزر بھی نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالےٰ کبھی ایسا ہوگا حضرت مولاناؒ کے عقیدتمندوں کا فخر اور مباہات اس حقیقت

یہ ہے کہ حضرت مولانا رح کی تمام زندگی کتاب اور سنت کی تبلیغ اور اتباع میں اور صحابہؓ کے آثار کی اقتدار اور راہنمائی میں گزری ہے اور اگر آپ نے یہی سمجھا ہے جو آپ نے لکھا ہے تو میرے محترم بھائی! میں یہ سمجھتا ہوں کہ مولانا مودودی کے حلقۂ ارادت کے گرد و غبار سے آپ کے دھندلے ہوئے ذہن کا ایک فریب ہے جس سے فاران اپنے صفحات کو زینت دینا چاہتا ہے۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

جناب ماہر القادری صاحب کے دونوں مقالوں کو پڑھ کر یہ اندازہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے باطن میں حضرت مولانا رح کے خلاف منتقمانہ جذبات اور جارحانہ اقدامات کا ایک طوفان ہے بحث تو یہ تھی کہ ڈاکٹر مناظر حسین کے مقالہ میں جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں کیا وہ قابل گرفت ہیں یا ان کا انکار کرنا ضروری نہیں ہے۔ مگر جناب ماہر القادری صاحب اس بحث میں ایسی راہ سے بھی گزرنا چاہتے ہیں جو کسی منزل میں بھی اس طرف کو نہیں نکلتی۔ مگر میرے محترم بھائی کسی نہ کسی راہ سے حضرت مولاناؒ سے اپنی ناراضگی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے مقالہ میں بھی آپ نے حضرت تھانویؒ کا ذکر کیا تھا اور اس دوسرے مقالہ میں بھی اس کا اعادہ فرما کر لکھا ہے

"یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کی تفسیر کو..... ...حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے یہاں تک کہ مولانا موصوف کو مولانا احمد علی صاحبؒ کی تفسیر کی غلطیوں پر ایک رسالہ التقصیر فی التفسیر تحریر کرنا پڑا۔ ایک طرف تو ان ابدال صاحب کا یہ مشاہدہ اور سماع کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تفسیر کے ایک ایک جملہ پر تین تین بار صدقت فرمائیں اور دوسری طرف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو مولانا احمد علی قدس سرہٗ کی تفسیر میں کوتاہیاں خامیاں اور غلطیاں نظر آئیں۔ اس واقعہ رؤیت رسول کو درست ماننے کے بعد حضرت مولانا تھانویؒ کا کیا موقف رہ جاتا ہے۔"

مخدوما! آپ اپنی اس تحریر کو دوبارہ پڑھ کر سوچئے کہ آپ اس میں کیا کہنا چاہتے ہیں کیا آپ اس مقالہ میں حضرت مولانا کی تفسیر کے بارہ میں حضرت مولانا تھانویؒ کے موقف دریافت کرنے پر بحث کرتے ہیں یا آپ نے اس صاحب حال ابدال کے مقابلہ میں مولانا تھانویؒ کی رائے اور فکر کو ترجیح دینے کے لئے یا حضرت مولانا تھانویؒ کی رائے اور نظر کے مقابلہ میں اس صاحب حال ابدال کے مشاہدہ کو ترجیح دینے کے لئے یہ دو مقالے لکھے ہیں؟

میرے محترم بھائی! حضرت مولانا تھانویؒ کا موقف اپنی جگہ درست ہوگا اور صاحب حال ابدال کا مشاہدہ اپنی شان میں صحیح ہے آپ کو ان میں کیوں مقابلہ نظر آتا ہے؟

مخدوما! حیران ہوتا ہوں کہ آپ اس بحث کے اٹھانے میں کیا چاہتے ہیں اور اس بحث کو آپ کے اصل موضوع کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اگر آپ حضرت مولانا تھانویؒ کی رائے اور فکر سے اس صاحب حال ابدال کے مشاہدہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں تو آپ کا پہلا فرض یہ ہے کہ حضرت مولانا رح کی تفسیر میں ایسی غلطیاں جو حضرت مولانا تھانویؒ کے فکر و نظر میں ظاہر ہوئی ہیں اور حضرت مولاناؒ کی زبان اور قلم سے ان کے جوابات کو حضرت مولانا تھانویؒ نے تسلیم نہیں کیا ہے ظاہر فرمائیں تو پھر حضرت مولانا تھانوی رح کی رائے اور فکر پر بحث کی جا سکتی ہے کیا مولانا تھانویؒ کو اپنی رائے اور نظر کو آپ خطا سے معصوم سمجھتے ہیں؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کی رائے اور فکر کی بنیاد یہ ہو کہ حضرت مولانا رح کی تاویل اور عبیر کو تفسیر سمجھنے میں، حضرت مولانا تھانویؒ کو اشتباہ رہا ہے؟ اس صاحب حال ابدال کا مشاہدہ اس کی رائے اور فکر نہیں ہے وہ اپنے حال میں حضرت مولانا رح کی تفسیر کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو سنتا اور حکایت کرتا ہے اور آپ اس کے مقابلہ پر حضرت مولانا تھانویؒ کی رائے اور شخصی فکر کو لانا چاہتے ہیں۔ یہ مقابلہ ہمیں صواب اور معقول نہیں معلوم ہوتا۔

میرے محترم بھائی اہل علم کو اہل علم سے فکر و نظر میں اختلاف ہوتا ہے مگر ایک عالم کا اختلاف دوسرے عالم کے مقابلہ پر دلیل اور حجت نہیں ہے ایک عالم کے مقابلہ پر دوسرے عالم کی حجت دلیل ہو سکتی ہے۔ اگر آپ وہ مواقع تبلائیں جن میں مولانا تھانویؒ نے حضرت مولانا رح کی تفسیر کی غلطیاں نکالی ہیں اور حجت اور دلیل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ درحقیقت غلطیاں تھیں تو ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔ حضرت مولانا تھانویؒ کی جلالت قدر میں ہمیں شک نہیں ہے۔ مگر اس فہم و بصیرت کے باوجود اس بارہ میں آپ کی رائے غلط ہو سکتی ہے۔ امام دار قطنیؒ کی جلالت شان اہل علم خوب جانتے ہیں مگر امام ابو حنیفہ رح کو ضعیف کہتے ہیں آپ کے فکر اور رائے کو اہل علم نے غلط کہا ہے۔ امام بخاریؒ کی جلالت شان پر اہل علم کو اتفاق ہے مگر امام ابو حنیفہ رح کے خلاف جو آپ نے باتیں کہی ہیں اہل علم نے ان کو ناقابل اعتبار بتلایا ہے۔

میرے محترم بھائی! معاصرانہ رقابت کے جذبات میں اس قسم کے کلمات اہل علم سے بہت نکلے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب کے بارہ میں اہل علم نے کیا کچھ نہیں لکھا۔ مگر آپ کو یقین نہیں آیا ہے کہ اب تک ان کے دامن سے وابستہ چلے جا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایسا کہا جاتا ہے۔ مگر حقیقت ایسی نہیں ہے اگر آپ حضرت مولانا تھانویؒ کے رسالہ التقصیر فی التفسیر کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمائیں تو محترم بھائی میں آپ کا از حد مشکور ہوں گا اور وعدہ بھی کرتا ہوں کہ آپ کو ضرور واپس کر دوں گا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا کریں گے نہیں۔ اس لئے آپ کا یہ پروپیگنڈہ سراسر بے بنیاد ہے۔

مخدوما! بات یہ ہے کہ حضرت مولاناؒ کی تفسیر کے اوراق آپ کے لئے اور آپ کے مکتب فکر کے تمام حضرات کے لئے کھلے ہیں آپ اپنے حلقہ کے تمام اعوان و انصار کو دعوت دیں اور تمام حضرات مل کر حضرت مولانا کی تفسیر میں ایسی غلطیاں کوتاہیاں اور خامیاں ظاہر فرمائیں جو کتاب و سنت کے اشارات اور سلف صالح کے عرفان و روشنی سے باہر ہیں۔ اور اگر آپ ایسا نہ کر سکے اور نہیں کر سکتے ہیں تو اللہ کے اس نیک اور مقبول بندہ کے تمام عمر میں اللہ کی کتاب کی اہم خدمات کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں خدا کی گرفت سے ڈریئے۔

میرے محترم بھائی! حضرت مولانا رح کی تفسیر کے اوائل میں آپ نے وہ اوراق شاید نہیں پڑھے ہیں۔ جن میں ہندوستان کے چیدہ ترین علماء کی آراء مذکور ہیں۔ اور ان میں استاذ العلماء عمدۃ المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور سید الاتقیاء شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور امام العلماء حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند اور رئیس المؤرخین حضرت مولانا

باقی بر صـ ۶

بچوں کا صفحہ

معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از اکرام الحق گجرات

معجزہ انبیاء کے اس فعل کو کہتے ہیں۔ جس کے کرنے سے عام انسان عاجز ہوں۔ ایسے افعال صرف انبیاء کے دست حق پرست سے ظاہر ہوتے ہیں، ایک عام انسان اس کے کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ معجزہ انبیاء کے قبضۂ قدرت میں ہوتا ہے بلکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کے لئے وہ خداوند احد کے محتاج ہوتے ہیں بغیر اذن ربی وہ معجزہ نمائی نہیں کر سکتے۔ حق تعالےٰ شانہٗ جب کبھی مناسب سمجھتے ہیں اس کی قدرت انہیں عطا فرما دیتے ہیں۔

حضورؐ کی ایک حدیث ہے جس کے راوی حضرت انس رضؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رکوع و سجود ٹھیک ٹھیک کیا کرو، خدا کی قسم میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں" اس حدیث کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے آپ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ اپنے بندے کو جو طاقت چاہے عطا کر دے۔ وہ چاہے تو کسی کو ایسی بینائی بخش دے۔ جس سے وہ دیوار کے پیچھے بھی دیکھ سکے اور چاہے تو ایسی بینائی دے دے جس سے وہ گھر بیٹھے یہ معلوم کر سکے کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن اس طرح کی طاقتیں وہ کسی خاص مصلحت اور مقصد کی بنا پر عطا کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مربی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ طاقتیں ایسی بھی عطا فرمائی ہیں جو عام انسانوں کو نہیں دی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ طاقتیں تربیت دینے میں آپ کے کام آ سکیں بعض لوگ زیادتی یہ کرتے ہیں کہ اس بات کو پھیلا کر یوں کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ حضورؐ سمیع و بصیر ہیں۔ وہ ہر وقت دیکھ رہے ہیں۔ ہر وقت سن رہے ہیں۔ اس طرح کی بات نہ اللہ نے کہی نہ رسولؐ نے فرمائی۔ حیرت ہے کہ یہ بات لوگوں کو کہاں سے معلوم ہو گئی اگر اللہ تعالیٰ یہ طاقت رکھتا ہے تو اس لئے کہ اسے کائنات کا انتظام کرنا ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اصلاحِ خلق کے لئے پیدا کئے گئے۔ انتظام کے لئے نہیں۔"

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب شاہِ کونینؐ کے چند معجزات سنیئے۔

حدیبیہ میں آنحضرتؐ نے وضو کیا پانی ایک چھاگل میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا پانی نہ وضو کے لئے ہے نہ پینے کے لئے صرف یہی چھاگل ہے جو آپؐ کے سامنے ہے۔ آپؐ نے اس چھاگل میں ہاتھ رکھ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ آپؐ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹ پڑا پندرہ سو مسلمانوں نے وضو کیا اور خوب پانی پیا۔ دوسرے دن آپؐ حدیبیہ نامی کنوئیں پر تشریف لے گئے اس کنوئیں کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ آپؐ کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ پانی منگوا کر کلی کی اور کنوئیں میں ڈال دی۔ تھوڑے دیر بعد کنوئیں میں پانی آ گیا۔

جنگ خندق میں حضرت انسؓ نے دیکھا کہ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے گھر جا بتایا۔ ان کی والدہ نے ادھ سیر جو پیس کر روٹی پکائی۔ اور حضورؐ کو دعوت بھیج دی۔ چنانچہ آپؐ اسی ساتھیوں کو لے کر میزبان کے گھر پہنچے تو گھر والے گھبرا گئے، لیکن اللہ تعالےٰ شانہٗ نے آپؐ کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت پیدا کر دی کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ مفلوک الحالی کے باعث ایک دفعہ بھوک کی شدت سے میری حالت نہایت نحیف و خستہ ہو گئی کبھی پیٹ پر پتھر باندھتا اور کبھی کچھ، مگر میں اس کے باوجود کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے میں عار محسوس کرتا۔ ایک روز اس خیال کے پیش نظر سر راہ بیٹھ گیا کہ جو میرے پاس سے گزرے گا، میں اس سے بات کروں گا۔ تو وہ میری نحیف و نزار حالت اور نقاہتِ طبع کو محسوس کر کے مجھے کچھ کھانے کے لئے دے گا۔ اس خیال سے ایک روز راستے میں بیٹھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ گزرے۔ میں نے چند قرآنی مسائل ان سے پوچھے وہ فرما کر میری حالت محسوس کئے بغیر چلے گئے۔ پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہٗ کا گزر ہوا۔ اُن سے بھی اسی قسم کی گفتگو ہوئی، وہ بھی جواب دینے کے بعد آگے نکل گئے۔ اتنے میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میرے چہرے کو دیکھ کر میری حالتِ زار کو سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہ رضؓ! میرے ساتھ چلو۔ میں تعمیل ارشاد میں آپ کے ساتھ ہو لیا چلتے چلتے ہم دولت کدۂ رسالتؐ پر پہنچے۔ حضور رحمت اللعالمینؐ دودھ کا بھرا ہوا ایک پیالہ لائے اور ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہ رضؓ! جاؤ اصحاب صفہ کو بھی بلا لاؤ۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ اصحاب صفہ تو ستر آدمی ہیں ایک میں بھی ہوں اور پھر خود حضورؐ بھی ہیں۔ اتنے افراد میں ایک پیالہ دودھ کیا کافی ہوگا؟ خیر میں ارشادِ تعمیل کے مطابق گیا اور سب حضرات کو بلا لایا۔ جب خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے تو حضورؐ نے پیالہ میری طرف بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہ! پہلے اپنے ان سب بھائیوں کو پلاؤ۔

ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میرے

باقی ص ۱۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/ ۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء